جلد ۷ ستمبر ۱۹۶۶ء شمارہ ۹

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان!

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ستمبر ۱۹۶۶ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ چھ روپے

فی پرچہ ۶۰ پیسے

فہرست مضامین

بچوں کے صفحات :-

طابع وناشر چوہدری محمد ابراہیم مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۷	ماہنامہ انصاراللہ ربوہ	شمارہ ۹

۱۵ ستمبر ۱۹۶۶ء

مہتم بالشان خدائی نشانوں کا ظہور

آیاتِ الٰہی کی قدردانی اور اُس کا قرآنی طریق

اللہ تعالیٰ کی یہ ایک قدیم سنت ہے کہ جب وہ اصلاح خلق کے لئے اپنے کسی مامور کو دنیا میں مبعوث فرماتا ہے تو اُن علوم و معارف اور دلائلِ صداقت کے علاوہ جو پیغامِ حق کی اشاعت کے لئے اُس مامور کو عطا کئے جاتے ہیں وہ اس کی تائید میں بہت سے نشانات و معجزات بھی ظاہر فرماتا ہے۔ غرض ان کے ظہور کی یہ ہوتی ہے کہ ان نشانات اور معجزات کے ذریعے مامور من اللہ کی صداقت دنیا پہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو اور سعید روحیں اس پر ایمان لاکر عباد اللہ المخلصین میں آشامل ہوں۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے اور خود تاریخ بھی اس پر گواہ ہے کہ جب مامور من اللہ کی تائید میں اللہ تعالےٰ کے نشان بارش کے قطروں کی طرح تواتر و تسلسل کے ساتھ ظاہر ہونے شروع ہوتے ہیں تو مذکورہ بالا غرض کے بتمام وکمال پورا ہونے سے قبل فوری طور پر ان کا دہرا ردّعمل ظاہر ہوتا ہے ایک ردّعمل تو حق کے مخالفوں میں ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا مومنوں میں۔ ان سعید روحوں کے سوا جو ان نشانوں کو دیکھ کر حق کو قبول کر لیتی ہیں اکثر و بیشتر مخالفین ان آسمانی نشانوں کی تکذیب کرکے اپنی مخالفانہ روش میں اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ وہ ان نشانوں کا انکار ہی نہیں کرتے بلکہ ان کی ہنسی اڑاتے اور ان کے بارہ میں جھگڑ جھگڑ کر ان کی اہمیت کو گرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ برخلاف ان کے

وہ لوگ جو اس مامور پر پہلے ہی ایمان لے آتے ہیں خدائی نشانوں کے ظہور پر اُن کے ایمان اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی حمد میں مصروف ہو کر اس کی راہ میں اور زیادہ پختہ عزم کے ساتھ قربانیاں پیش کرنے لگتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں خدائی نشانوں کو جھٹلانے والوں اور ان کے طرزِ عمل کا بار بار اور بکثرت ذکر کیا ہے۔ وہاں ان نشانوں کے ظہور پر مومنوں کے ردّ عمل پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اوّل الذکر لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ یہ لوگ خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق ہوتے ہیں۔ وہ نہ صرف اگلے جہان میں عذاب الیم کے مستحق بنتے ہیں بلکہ بسا اوقات اس جہان میں بھی اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ کرتا ہے اسی لئے اس نے ایسے لوگوں کو بار بار آخرت کے عذاب سے ڈرایا ہے اور ساتھ ہی انبیاء ماسبق کی نافرمان قوموں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کر کے واضح کیا ہے کہ اس دنیا میں وہ کس طرح غضب الٰہی کی مورد بنیں اور اپنے ہولناک انجام کی شکل میں اپنے پیچھے دوسروں کے لئے عبرت کا سامان چھوڑ گئیں۔ مثال کے طور پر اگلے جہان میں ان کے عذاب الیم میں مبتلا ہونے کی وعید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ
وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ
أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ
عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَّأْوَاهُمْ
جَهَنَّمُ ۖ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ
سَعِيرًا ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُم بِأَنَّهُمْ
كَفَرُوا بِآيَاتِنَا الخ

اور جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پر ہوتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے تو تو اس کے (یعنی اللہ تعالیٰ کے) مقابل پر اس کا کوئی بھی مددگار نہیں پائے گا۔ اور قیامت کے دن ہم انہیں ان کے مقاصد (اور نیتوں) کے مطابق اندھے اور گونگے اور بہرے ہونے کی حالت میں جمع کریں گے ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جب بھی وہ جہنم ذرا ٹھنڈی ہوگی تو ان پر بھڑکنے والی آگ کے عذاب کو شدید کر دیا جائے گا یہ ہوگی سزا اس بات کی کہ انہوں نے ہمارے نشانوں کا انکار کیا ..... الخ

(بنی اسرائیل آیات ۹۸، ۹۹)

آخرت میں ملنے والے عذاب کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھی ان کے برے انجام کا بڑی تکرار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ
مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

پس نوح کی قوم نے نوح کو جھٹلایا سو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تو ایک کشتی کے ذریعہ نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کو جنہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا تھا غرق کر دیا وہ

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝ وہ ایک اندھی قوم تھے۔

(الاعراف ۶۵)

اسی طرح قرآن مجید میں حضرت ہود، حضرت لوط، اور متعدد دوسرے انبیاء علیہم السلام کی قوموں کی ہلاکت کا ذکر آتا ہے۔ جس میں ان کی تباہی کا سبب ان کی بداعمالیوں اور آیات اللہ کی تکذیب کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے اس ردّ عمل کا بھی ذکر کیا ہے جو خدائی نشانوں کا مومنوں کے درمیان ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حقیقی بندوں کی ایک بنیادی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب بھی خدائی نشانوں کا ذکر کرکے انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو بہرا اور اندھا ثابت نہیں کرتے بلکہ بڑی توجہ سے سن کر نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ (الفرقان ۷۴)

اور (رحمٰن کے سچے بندے) وہ لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے رب کے نشان جب انہیں یاد دلائے جاتے ہیں تو وہ ان سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔

بلکہ جب بھی اللہ تعالیٰ کے نشان انہیں یاد دلائے جاتے ہیں ان کا ایمان اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے اس کی راہ میں اور بھی زیادہ قربانیاں کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:-

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۝ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (الانفال آیات ۳ تا ۵)

مومن تو صرف وہی ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کے نشان بیان کئے جاتے ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اسے (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں۔ ان کے رب کے پاس ان کے لئے بڑے بڑے درجے اور بخشش کا سامان اور معزز رزق ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے خدائی نشانوں کے ظہور پر مومنوں کے ردّعمل کو بڑی تفصیل سے بیان کرکے انہیں نہایت شاندار انجام کی بشارت دی ہے۔ فرماتا ہے:-

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ہمارے نشانوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب

ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ان کو ان نشانوں کے متعلق یاد دلایا جاتا ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے زمین پر گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف اور تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے اور ان کے پہلو (تہجد کے لئے) ان کے بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے رب کو اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اور اس کی رحمتوں کو حاصل کرنے کے لئے پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لئے ان کے اعمال کے بدلہ کے طور پر آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی چیزیں چھپا کر رکھی گئی ہیں

(السجدہ آیات ۱۶ تا ۱۸)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ اپنا کوئی نشان ظاہر کرتا ہے تو ایک طرف منکروں میں سے اکثر لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنے انکار میں زیادہ شدت اختیار کر کے اس جہان میں موردِ غضبِ الٰہی بنتے ہیں اور اگلے جہان میں بھی مبتلائے عذاب رہ کر اپنے کئے کی سزا پاتے ہیں۔ برخلاف اس کے جب کوئی خدائی نشان ظاہر ہوتا ہے تو اس سے مومنوں کا ایمان اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں مصروف ہو کر پہلے سے بھی زیادہ اس کے آستانہ پر جھکتے اور سجدات شکر بجا لاتے ہیں۔ نیز خدا تعالیٰ کے عطا کردہ اموال کو اور زیادہ اسکی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایمان بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان میں قربانی و ایثار کا جذبہ بھی فزوں سے فزوں تر ہو جاتا ہے چنانچہ وہ دین کی سربلندی کی خاطر پہلے سے زیادہ تکلیفیں اٹھانے اور تنگیاں برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے اس دنیا میں بھی کامیابی ان کے قدم چومتی ہے اور اگلے جہان میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں ایسے ایسے انعاموں اور آسائشوں سے نوازتا ہے کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید نے خدائی نشانوں کے ظہور اور ان کے ذکر پر منکروں اور مومنوں کے متضاد ردّ عمل کا ذکر کرنے کے علاوہ اس ضمن میں ایک اور حقیقت پر بھی روشنی ڈالی ہے اور وہ یہ کہ منکروں میں سے تھوڑے لوگ ان نشانوں سے فائدہ اٹھا کر ایمان لاتے ہیں اور اکثر ان سے غفلت ہی برتتے ہیں جیسا کہ سورہ یونس کی آیت وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ سے ظاہر ہے۔ برخلاف اس کے مامور من اللہ پر ایمان لانے والوں میں سے حقیقی مومن تو آیات الٰہی کے ظہور اور ان کے ذکر پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدات شکر بجا لاتے

ہیں اور زیادہ پختہ عزم کے ساتھ خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں لیکن ان میں ایک قلیل تعداد منافقوں کی بھی ہوتی ہے جو ایمان کے ظاہری دعوے کے باوجود اپنی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ کے نشانوں کا مذاق اڑاتے اور ان کے متعلق استہزاء سے کام لیتے ہیں گو وہ ظاہر تو یہی کرتے ہیں کہ گویا آیات الٰہی کے ظہور پر وہ خوش ہیں لیکن در پردہ وہ خوش نہیں ہوتے بلکہ منکروں ہی کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں اسی لئے آیات الٰہی کے ظہور پر نہ وہ شکر بجالانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہیں اور نہ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ان کے دلوں میں کوئی جوش پیدا ہوتا ہے۔ خدائی نشانوں کے ظہور اور ان کے ذکر پر منافقوں کی اس کیفیت اور ان کے برے انجام کا اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ فرماتا ہے :-

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ
عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ
اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝
وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا
كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ
اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ
كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۚ اِنْ نَّعْفُ
عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ
طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝
اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ
مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ
يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللّٰهَ
فَنَسِيَهُمْ ۚ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ
وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ

منافق دکھاوے کے طور پر ڈر کا اظہار کرتے ہیں کہ ان کے خلاف کوئی سورۃ نازل نہ ہو جائے جو انہیں (مسلمانوں کو) ان باتوں سے خبردار کر دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ تُو کہہ دے ہنسی کرتے جاؤ۔ اللہ اس بات کو ظاہر کر دے گا جس (کے ظاہر کرنے) سے تم ڈرتے ہو اور اگر تو ان سے پوچھے (کہ تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو وہ ضرور یہی جواب دیں گے کہ ہم تو صرف مذاق اور ہنسی کرتے تھے۔ تو ان کو جواب دے (کہ) کیا تم اللہ اور اس کے رسول اور اس کے ظاہر کردہ نشانوں سے مذاق اور ہنسی کرتے تھے۔ اب کوئی عذر نہ کرو۔ تم نے ایمان لا کر کفر کیا (پس اس کی سزا پاؤ)۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں اور ایک دوسرے گروہ کو عذاب دے دیں اس لئے کہ وہ مجرم تھے (تو یہ ہمارا کام ہے) منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں کے خلاف تعلیم دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں (کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے) روکتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو ترک کر دیا۔ پس اللہ نے بھی انہیں ترک کر دیا۔ منافق یقیناً اطاعت سے نکل جانے والے ہیں۔ اللہ نے منافق

کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر غلط راہ پر نہ جا پڑے اور انعامات الٰہی کا وارث بننے کی بجائے الّا خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق بن جائے۔ بعض اوقات انسان کا اپنے نفس کا کسل بھی آڑے آکر اسے غلط راہ پر گامزن کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ پس جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشان ظاہر ہو ہر مومن کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور دیکھے کہ آیا اس کے دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں یا نہیں اور وہ خدائی حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید اور خدا کی راہ میں مالی و جانی قربانیوں کے لئے غیر معمولی جوش پاتا ہے یا نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کے لئے بہت خوف اور خطرہ کا مقام ہے۔ اسے توبہ و استغفار سے کام لے کر اپنے عمل کو مومنوں کے شایان شان بنانا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کے انعامات اُنہی کو ملتے ہیں اور دونوں جہانوں کی نعمتوں سے وہی مالا مال ہوتے ہیں جو خدائی نشانوں کے ظہور اور ان کے ذکر پر اپنے دلوں میں ایک بشاشت محسوس کرتے ہیں اور پختہ عزم اور انشراحِ قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دین کی راہ میں جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں دیگر ادیان کے بالمقابل اسلام کی صداقت ظاہر کرنے کی غرض سے اپنے ایک عظیم الشان مامور کے ذریعہ قائم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس جماعت کی تائید میں اوّل دن سے ہی پیہم بالشان نشانات ظاہر کرتا چلا آرہا ہے جس طرح اس نے نبیوں کے سردار خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کی تائید میں خود حضورؐ کے زمانہ میں اور حضورؐ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہایت عظیم الشان نشان ظاہر فرما کر حضورؐ کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر دکھایا تھا اسی طرح اُس نے اِس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی صداقت کے اظہار کے لئے عظیم الشان نشان ظاہر فرمائے اور آپؑ کے بعد آپؑ کے خلفاء کے ذریعہ بھی نشان نمائی کے سلسلہ کو اسی تواتر اور تسلسل سے جاری رکھا ہے یہ خدائی نشانات جو جماعت احمدیہ کی تائید میں اوّل دن سے ہی تواتر اور تسلسل کے ساتھ ظاہر ہوتے چلے آرہے ہیں اس امر کا ایک بیّن ثبوت ہیں کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے، اسلام کا رسولؐ ایک زندہ رسول ہے، اسلام کی کتاب ایک زندہ کتاب ہے، اور اسلام خود اپنی ذات میں ایک زندہ مذہب ہے جس کی زندگی کا اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں ثبوت دیتا چلا آرہا ہے۔ پھر یہ نشان بیّن ثبوت ہیں اس امر کا بھی کہ بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک فرزند جلیل کی حیثیت سے خدا کے سچے فرستادہ اور مامور ہیں اور جماعتِ احمدیہ فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت ہے جس کے ذریعہ اسلام کا دیگر ادیان کے بالمقابل ساری دنیا میں غالب آنا مقدر ہے۔ پھر نشانات کا یہ تسلسل

حسب بشارات آپؐ کے بعد قائم ہونے والے نظامِ خلافت کی حقانیت پر بھی گواہ ہے

خلفاء کے زمانہ میں بھی اِن نشانوں کا یہ تسلسل ظاہر ہونا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ انہیں خدا تعالےٰ خود اس منصبِ جلیل پر فائز کرتا ہے۔ بظاہر تو جماعت مومنین اپنے میں سے ایک شخص کو خلیفہ منتخب کرتی ہے لیکن بہ تصرفِ الٰہی وہ مومن اُسی کو خلیفہ منتخب کرتے ہیں جو عند اللہ اس منصبِ جلیل پر فائز ہونے کا اہل ہوتا ہے اور جسے مشیتِ ایزدی خود موہبت کا حلّہ مقدسہ پہنانا چاہتی ہے۔ خدائی تصرف کے زیرِ اثر انتخاب کرنے والوں کا فیصلہ دراصل خدائی فیصلہ ہوتا ہے وہ اپنی منشاء اور ارادہ سے نہیں بلکہ خدائی منشاء اور خدائی ارادہ کے مطابق اپنے میں سے اہل ترین شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اُس کی بیعت کرتے ہیں۔ چونکہ یہ سب کچھ براہِ راست خدائی تصرف کے ماتحت ظہور میں آتا ہے اس لئے وہ بیعت خلیفہ سے نہیں بلکہ دراصل خود خدا سے بیعت ہوتی ہے۔ اس وقت مومنین ید اللہ فوق ایدیھم کے مصداق ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو انتخاب کا موقع دینے کے باوجود آیتِ استخلاف میں خلیفہ کے تقرر کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ پس خلیفہ دراصل خدا بناتا ہے نہ کہ جماعتِ مومنین۔ چنانچہ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ خلیفہ خود میرا مقرر کردہ ہے اور میں نے ہی اس منصب پر اسے فائز کیا ہے وہ مامورین اللہ کی طرح اس کی تائید میں بھی پے در پے اپنے نشان ظاہر فرماتا ہے اسی لئے نشانات کا وہ سلسلہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے ساتھ شروع ہوا تھا خلافتِ اولیٰ میں بھی جاری رہا اور خلافتِ ثانیہ کے عظیم الشان دور میں بھی۔

اب جبکہ خلافتِ ثالثہ کا نیا مبارک دور شروع ہوا ہے تائیدی نشانات کا سلسلہ اُسی شان سے جاری ہے۔ اللہ تعالےٰ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی تائید میں مسلسل نشانات ظاہر کر کے اسلام اور جماعت احمدیہ کی صداقت کو دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے اور ساتھ ہی یہ امر بھی باور کرا رہا ہے کہ بظاہر مومنوں کی رائے اور مشورہ سے منتخب ہونے والے خلیفہ ثالث کو دراصل میں نے ہی اس منصب پر فائز کیا ہے، یہ میرا ہی مقرر کردہ خلیفہ ہے اور میں ہی اسے کامیاب کروں گا اور اب اس کے ذریعہ ہی اسلام کو فتوحات نصیب ہوں گی اور دیگر ادیان کے بالمقابل اس کی کوششوں سے ہی اسلام دنیا میں غالب آئے گا۔ اور چونکہ یہ میرا مقرر کردہ خلیفہ ہے اس لئے اس کا ہاتھ دراصل میرا ہاتھ ہے جو اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے وہ دراصل اس کے ہاتھ پر مجھ سے بیعت کرتا ہے، اس کی آواز دراصل میری آواز ہے جو اسکی آواز پر لبیک کہتا ہے وہ دراصل میری آواز پر لبیک کہتا ہے، اس کی اطاعت دراصل میری اطاعت ہے۔ جو اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتا ہے وہ دراصل میری اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھتا ہے۔ اسیطرح اب جو اپنی شومئی قسمت سے اس سے اعراض کرے گا وہ اس سے ہی نہیں

مجھ سے بھی اعراض کرے گا۔ جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس کی نہیں میری نافرمانی کا مرتکب ہوگا، جو اس کی اطاعت سے باہر ہوگا وہ اس کی نہیں میری اطاعت سے باہر ہوگا ——— یہی علّتِ غائی ہے اُن آسمانی نشانوں کی جو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

کوئی دن ایسا نہیں چڑھتا کہ جو ایسے نشانات اپنے ساتھ نہ لاتا ہو کہ جو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے من جانب اللہ ہونے کو روزِ روشن کی طرح عیاں نہ کرتے ہوں۔ آپ نے خدائی فیصلہ کے بموجب خلافت کے منصبِ جلیل پر فائز ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے قبولیت دعا کا نشان مانگا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نشان عطا کیا۔ اس پر جماعت کے وہ بے شمار احباب گواہ ہیں جو آپ کو دعا کے لئے خطوط لکھتے ہیں۔ آپ ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں خدا تعالیٰ اپنے فضل کے نتیجہ میں ان دعاؤں کو قبول فرما کر ان کی مرادیں انہیں عطا کر دیتا ہے۔ روزانہ ہی ایسے سینکڑوں خطوط آپ کی خدمت میں موصول ہوتے ہیں اور بالآخر سینکڑوں ہی انفرادی نشان ظاہر کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ قبولیت دعا کے ان انفرادی نشانوں کے علاوہ جماعتی نشانوں کے ظہور کا سلسلہ بھی پوری شان کے ساتھ جاری ہے پیہم ظاہر ہونے والے ان جماعتی نشانوں میں سے ذیل میں ہم دو عظیم الشان نشانوں کا اختصار سے ذکر کرتے ہیں

پہلا جماعتی نشان جس کی طرف ہم اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں وہ صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ میں ساڑھے تین لاکھ روپے کی کمی کے معجزانہ طور پر پورا ہونے سے تعلق رکھتا ہے گزشتہ مالی سال کے اختتام سے تین ہفتہ قبل یعنی اپریل ۱۹۶۶ء کے اوائل میں صدر انجمن احمدیہ کے بجٹ آمد میں قریباً ساڑھے تین لاکھ روپے کی کمی تھی۔ جب یہ بات حضور ایدہ اللہ کے علم میں آئی تو قدرتی طور پر حضور کو اس سے سخت تشویش لاحق ہوئی۔ ایک طرف تو حضور نے اللہ تعالیٰ سے اس کمی کے پورا ہونے کے لئے دعا شروع کی اور دوسری طرف ۸ر اپریل ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے بقایاجات جلد ادا کر کے مالی سال ختم ہونے (یعنی ۳۰ر اپریل) سے پہلے پہلے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں تاکہ دین کی سربلندی کے جو کام متوقع آمد کی بناء پر شروع کئے گئے ہیں ان میں کوئی روک واقع نہ ہو سکے۔ خطبہ کے شائع ہونے بعد ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی جماعت ہائے احمدیہ تک اس کے پہنچنے میں کچھ دن لگے۔ پھر جونہی اپنے آقا کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی انہوں نے دیوانہ وار اپنے چندوں کے بقایاجات ادا کرنے شروع کر دیئے۔ سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنے فرشتے نازل کر کے جماعتوں کے عہدیداروں

کو ایسا بیدار کیا کہ وہ دیوانہ وار مصروفِ عمل ہو گئے۔ انہوں نے احباب سے ان کے حصہ کا چندہ وصول کرنے میں دن رات ایک کر دیئے۔ اُدھر انہی ملائکہ نے احباب جماعت کے دلوں میں ایسی تحریک کی کہ انہوں نے اپنی ضروریات پر دین کی ضرورتوں کو مقدم کرتے ہوئے والہانہ طور پر اپنی رقوم ادا کرنی شروع کر دیں۔ اس سرگرمی اور دوڑ دھوپ کے نتیجہ میں جو بلاشبہ نزولِ ملائکہ کے باعث ظہور میں آئی تھی ایسا عظیم الشان تائیدی نشان ظاہر ہوا کہ تین ہفتہ کے اندر اندر نہ صرف ساڑھے تین لاکھ روپے کی کمی پوری ہو گئی بلکہ متوقع آمد سے ڈیڑھ لاکھ روپیہ زائد جمع ہو گیا گویا تین ہفتہ کے قلیل عرصہ میں پانچ لاکھ روپیہ فراہم ہو گیا۔ چنانچہ حضور نے اپنے ۶ مئی ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اس تائیدی نشان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"اس گھبراہٹ کے نتیجہ میں ایک طرف تو میں نے اپنے رب سے دعا کی اور دوسری طرف اپنے بھائیوں کو انکی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو بھی سنا اور اس سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر مقدس ہستیوں کی دعاؤں کو سنا جو وہ دن رات جماعت کی ترقی کے لئے کرتے رہے اور اس نے ہم پر بڑا ہی فضل کیا کیونکہ ۵ مئی ۱۹۶۶ء کی رپورٹ کے مطابق ہماری آمدنی تین ہفتوں میں ۲۱,۵۷,۷۸۷ روپے سے بڑھ کر ۲۵,۹۱,۴۷۷ روپے تک پہنچ گئی ہے گویا ان تین ہفتوں میں مبلغ ۴,۳۳,۶۹۰ روپیہ موصول ہوا اور ابھی یہ سال کی پوری آمد نہیں کیونکہ بہت سی رقمیں جماعتوں کی طرف سے ۱ مئی آمدہ کر دی گئی ہیں لیکن (ابھی) وصول ہو کر خزانہ میں داخل نہیں ہوئیں اور بہت سی رقوم ہیں (مثلاً کراچی کی) جو بنک میں جمع کرا دی گئی ہیں لیکن ہمیں اطلاع ابھی نہیں آئی اس لئے وہ رقم آمد میں جمع نہیں کی جا سکی۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مزید ساٹھ ستر ہزار روپیہ جو پچھلے سال کی آمد میں محسوب ہے تین چار دن تک یہاں پہنچ جائے گا۔ اس طرح گویا ان تین ہفتوں میں کم و بیش **پانچ لاکھ روپے** کی آمد ہوئی ہے . . . . ____________ جب یہ اعداد و شمار میرے سامنے آئے تو میرا دل خدا کی حمد سے بھر گیا اور میرے تمام احساسات اور جذبات کو اس نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ میں سے کسی کے پاس وہ الفاظ ہوں گے جن سے ہم کما حقہٗ اپنے رب کا شکر ادا کر سکیں۔" (الفضل ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء)

قبولیت دعا اور تائید و نصرتِ الٰہی کا کتنا عظیم الشان نشان ہے جو اسلام اور جماعت احمدیہ کی صداقت اور خلافت ثالثہ کی حقانیت آشکار کرنے کے لئے خدا نے ظاہر فرمایا۔ اور الحمد للہ کتنے خوش بخت ہیں ہم کہ محض خدا کے فضل سے اس کے ظہور میں حصہ دار بنے اور اس کے عینی شاہدوں میں شمار ہوئے

دوسرا عظیم الشان نشان جو ہماری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو کر ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب بنا ہے جماعتِ احمدیہ گیمبیا کے صدر محترم جناب الحاج ایف ایم سنگھاٹے کے مملکتِ گیمبیا (مغربی افریقہ) کا پہلا قائم مقام گورنر جنرل مقرر ہونے، پھر ان کے سربراہِ مملکت کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے اور اس کے نتیجہ میں غیر معمولی برکتوں سے نوازے جانے سے متعلق ہے۔ یہ وہ عظیم الشان نشان ہے جس کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک صدی قبل کی اُس الہامی پیشگوئی کا پہلا ظہور منصۂ شہود پر آیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بشارت دی تھی کہ:-

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

اس عظیم الشان پیشگوئی کے پہلے عظیم الشان ظہور اور اس کی بے انداز عظمت و اہمیت پر ہم ماہنامہ 'انصاراللہ' بابت اگست ۱۹۶۶ء کے ایک علیحدہ اور مستقل مضمون میں تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ فی الوقت ہم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کے ایک پرمعارف خطبہ کا اقتباس درج کرتے ہیں جس میں حضور نے اس پیشگوئی کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے۔ حضور نے اس پیشگوئی کے ظہور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۶۸ء میں یہ اعلان فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اُس وقت آپ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا، قادیان کو بھی کوئی نہ جانتا تھا، جماعت احمدیہ کو بھی کوئی نہ جانتا تھا بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نہ جانتے تھے کیونکہ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے جماعت کا قیام نہیں کیا گیا تھا اور بیعت بھی شروع نہ ہوئی تھی۔ مگر اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی کی اور قریباً سو سال تک مخالف کو یہ موقع دیا کہ جتنا چاہو استہزاء کر لو، مذاق کر لو، ٹھٹھا کر لو، طعنے دے لو، یہ کلام ہمارا (عزیز خدا کا) کلام ہے جو ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے وہ سامان پیدا کر دیئے، (دو کم سو سال کے بعد)"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ جولائی ۱۹۶۶ء مطبوعہ الفضل ۱۷ اگست ۱۹۶۶ء)

یہ عظیم الشان نشان بھی جو معجزہ کی زبردست قدرت اپنے اندر رکھتا ہے اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور خلافتِ ثالثہ کی حقانیت پر ایک زندہ گواہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ اس عظیم الشان نشان خلافت ثالثہ کے قیام کے معاً بعد رونما ہو تا کہ جہاں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کی صداقت کو روز روشن کی طرح عیاں کرنے والا ثابت ہو وہاں اس بات پر بھی مہر تصدیق ثبت کرنے کا موجب بنے کہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں، خدا ہی نے آپ کو اس منصبِ جلیل پر فائز کیا ہے اور وہی آپ کو کامیاب و کامران کرے گا اور وہی آپ کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں سربلند و سرفراز کر دکھائے گا۔ انشاء اللہ العزیز و باللہ التوفیق۔

ایسے عظیم الشان نشانوں کا ظہور ہمارے لئے یقیناً بے انتہا مسرت کا موجب ہے اور ہونا بھی چاہیئے لیکن ہماری یہ خوشی جبھی ہمارے لئے بابرکت ہو سکتی ہے کہ ہم ان نشانوں کی اس رنگ میں قدر دانی کریں جو قرآن مجید کی رو سے قدر دانی کا حق ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے نشان جن اغراض کے ماتحت ظاہر فرماتا ہے ان میں سے ایک غرض یہ ہوتی ہے کہ مومنوں کا ایمان بڑھے اور وہ دین کی راہ میں پہلے سے بڑھ کر جاں نثاری و فداکاری کا ثبوت دیں۔ خدائی نشانوں کی ناقدری محض ان کے انکار سے ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ناقدری میں ہی شامل ہے کہ انسان مونہہ سے تو واہ واہ کرے لیکن خدائی نشان کے ظہور کے بعد اس میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو یعنی نہ ایمان بڑھے، نہ خدا تعالیٰ کے حضور اور زیادہ عاجزی سے جھکنے اور اس کی تسبیح و تحمید میں پہلے سے بڑھ کر شغف دکھانے کی امنگ پیدا ہو اور نہ خدا تعالیٰ کی راہ میں پہلے سے کہیں بڑھ کر جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے کا جذبہ جوش مارے۔ خدائی نشانوں کی قدردانی تو نام ہے اس بات کا کہ انسان ایمان ویقین، تعلق باللہ اور دین کی خاطر قربانی و ایثار میں پہلے کی نسبت اس حد تک آگے قدم بڑھائے کہ گویا ایک نیا انسان بن جائے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"نشانوں کی ناقدردانی دو طرح سے وقوع میں آتی ہے، ایک کفر و انکار سے، اور ایک اس طرح کہ دو دو روز تک اس کے وقوع کے بعد واہ واہ کی جائے اور پھر اسے قطعاً فراموش کر ڈالا جائے اور خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت اس وقوع کے بعد نئے سرے سے دل پر وارد نہ کی جائے" (بدر ۲۶ ستمبر ۱۹۰۷ء)

قرآن مجید کی رو سے یہ تو منافقوں کا طریق ہے کہ وہ خدائی نشانوں کے ظہور پر مونہہ سے تو واہ واہ کرتے ہیں لیکن اپنے عمل سے اس امر کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچاتے کہ فی الحقیقت یہ نشانات ان کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئے ہیں۔ یہ بہت خوف کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ تو بارش کے قطروں کی طرح تائیدی نشان ظاہر کرے لیکن انسان محض مونہہ سے واہ واہ کر چھوڑے اور اطاعت میں،

خدا تعالیٰ کی عبادت میں، اور دین کی خاطر قربانیاں کرنے میں کوئی عملی جوش نہ دکھائے۔ ایسا انسان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ ایسے شخص کا مخفی نفاق کسی وقت بھی غالب آکر اسے راہِ حق سے بھٹکا سکتا ہے اور اسے اُس عبرتناک انجام کی طرف دھکیل سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے لئے مقدر کر رکھا ہے۔

اب جب کہ اللہ تعالیٰ اسلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور خلافت ثالثہ کی حقانیت کے اظہار کے لئے مہتم بالشان تائیدی نشان ظاہر کر رہا ہے ہم میں سے ہر شخص کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مقام کی عظمت و رفعت کے صحیح عرفان سے بہرہ ور ہو کر آپ کے ساتھ دلی محبت و عقیدت میں ترقی کرے، آپ کی اطاعت کو اس حد تک لازم پکڑے کہ گویا اطاعت میں فنا ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تسبیح و تحمید میں ایسا تعہد اختیار کرے کہ آسمان پر، اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی عش عش کر اٹھیں اور دین کی سر بلندی کے لئے جانی و مالی قربانیاں پیش کرنے میں ایسا کمربستہ ہو کہ کسی بھی قربانی سے دریغ نہ ہو۔ اس کے بغیر نہیں کہا جا سکتا کہ ہم خدائی نشانوں کی قدردانی کا حق ادا کر دکھانے میں کامیاب ہیں۔ خدائی نشانوں کے ظہور کے سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ درد بھرے الفاظ ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اب وقت ہے کہ گداز ہو ہو جائیں اور رات دن دعاؤں میں مصروف رہیں۔ میں فکروں میں ہلاک ہو رہا ہوں مگر دیکھتا ہوں کہ جماعت میں ہنوز یہ روح پیدا نہیں ہوئی۔ میں ان روکھی سوکھی نمازوں کا ہرگز قائل نہیں جو رسم و عادت کے پیرایہ سے پڑھی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ اس وقت دیکھتا ہے کہ کن لوگوں نے گزشتہ نشانوں کی قدردانی کی اور اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کی۔ وہ انہی کو آئندہ بھی مستفید ہونے کی توفیق بخشے گا۔"

(بدر ۲۶ - ستمبر ۱۹۰۷ء)

پھر ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ خلافتِ ثالثہ کے آغاز میں ہی نہایت مہتم بالشان خدائی نشانوں کا ظہور اس امر کا آئینہ دار ہے کہ خدائی وعدوں کے پورا ہونے کا زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ خدا تعالیٰ قریب زمانہ میں اور بہت سے عظیم الشان نشان ظاہر فرمائے گا جو ان شاء اللہ العزیز اسلام کو دنیا میں غالب کرنے پر منتج ہوں گے۔ ان نشانوں سے مستفید ہونے کی اللہ تعالیٰ انہی کو توفیق بخشے گا جو اپنے اعمال میں تبدیلی پیدا کر کے گزشتہ اور حالیہ نشانوں کی قدردانی کا حق ادا کریں گے، چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مذکورہ بالا

دوسرے مہتمم بالشان نشان کے ضمن میں احباب کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہ پہلی جھلک جو محض اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھائی ہے اس امر کی آئینہ دار ہے کہ خدائی وعدوں کے پورا ہونے کا زمانہ اب قریب آگیا ہے، ہمیں چاہیئے کہ ہم جذباتِ تشکر سے لبریز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اور اس کے حضور اتنی دعائیں کریں کہ بس مجسم دعا بن جائیں۔ اور ساتھ ہی غلبۂ اسلام کی خاطر اپنی قربانیوں کو نقطۂ عروج پر پہنچا دیں تاکہ اللہ تعالیٰ رجوع برحمت ہو کر ہمیں ہماری زندگیوں میں ہی یہ دن دکھا دے کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آگیا ہے"

(خلاصہ خطبۂ جمعہ ۲۰ رمئی ۱۹۶۶ء مجلہ الفضل ۲۲ رمئی ۱۹۶۶ء)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو خلافت ثالثہ کے نئے مبارک دور میں رونما ہونے والے خدائی نشانوں کی اپنے عمل سے صحیح معنوں میں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اس کے فضل سے آئندہ رونما ہونے والے عظیم الشان نشانوں سے بھی مستفید ہونے کے مستحق قرار پا سکیں اور اللہ تعالیٰ رجوع برحمت ہو کر ہمیں ہماری زندگیوں میں ہی اسلام کے موعودہ غلبہ کا دن دکھا دے۔ آمین اللّٰہم آمین۔

ٹ

نشاناتِ الٰہیہ کی غرض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"نشان بیّن ہوتے ہیں مگر ان کو باریک بین دیکھ سکتے ہیں اور کوئی نہیں۔ اور یہ دقتِ نظر اور معرفت سعادت کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اور تقویٰ سے ملتی ہے۔ شقی اور فاسق ان کو نہیں دیکھ سکتا۔ ایمان اُس وقت تک ایمان ہے جب تک اس میں کوئی پہلو اخفاء کا بھی ہو . . . . . . نشانات میں ضرور ہے کہ بعض پہلو اخفاء کے ہوں کیونکہ نشانات کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان بڑھے اور اس میں ایک عرفانی رنگ پیدا ہو جس میں ذوق ملا ہوا ہو۔ لیکن جب ایسی کھلی بات ہوگی تو اس میں ایمانی رنگ ہی نہیں آ سکتا چہ جائیکہ عرفانی اور ذوقی رنگ ہو"

(بدر ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء)

-: کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام :-

نشانات کے ذریعہ تکمیلِ ایمان ہوتی ہے

دِل خوشی اور سرور سے بھر جاتا ہے

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مستقبل میں ایک عظیم الشان نشان کے ظہور کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

۱- "گزشتہ دنوں میں خدا تعالیٰ بہت سے نشانات دکھا چکا ہے جن میں سے بعض کتاب "حقیقۃ الوحی" میں بھی درج ہو چکے ہیں مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر کسی اور نشان کی تیاری ہو رہی ہے تاکہ ایمانداروں کے ایمان اور قوی ہو جاویں۔ ہر ایک نشان جو ظاہر ہوتا ہے اس سے لوگوں کے ایمان قوی ہوتے ہیں کیونکہ نشان کے ذریعہ سے ایک انکشافِ تام ہو جاتا ہے۔ جب آدمی اچھی طرح سے معلوم کر لیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس بات میں راضی ہے اور کس دین کے حق میں وہ اپنے نشانات زبردست دکھاتا ہے تب انسان اسی دین کو سچے دل سے قبول کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ اس کی خاطر ہر ایک تکلیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ نشانات کے ذریعہ تکمیل ایمان ہوتی ہے جماعت کے واسطے خدا تعالیٰ نے یہ ایک عمدہ راہ نکالی ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی فرمائی ہوئی باتیں پوری ہوتی ہیں تو دل کو سرور اور خوشی ہوتی ہے۔ انسان خدا تعالیٰ کے فضل سے سیراب ہو جاتا ہے اور اس کا یقین بڑھتا ہے کہ اس سلسلہ کے اختیار کرنے میں مَیں نے کوئی غلطی نہیں کھائی۔ مگر یہ مت خیال کرو کہ غلطی کے نہ کھانے میں تمہاری کوئی بہادری ہے۔ ہرگز نہیں یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے کہ تم نے غلطی نہیں کھائی۔ ورنہ بڑے بڑے فاضل اور مولوی لوگ اس جگہ غلطی کھا گئے ہیں۔"　(بدر ۸-اگست ۱۹۰۷ء)

۲- "ہماری جماعت، جس نے مجھے پہچانا ہے، کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانات کو باسی نہ ہونے دیں۔ اس سے قوتِ یقین پیدا ہوتی ہے۔ اِس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ ان نشانات کو پوشیدہ نہ رکھے اور جس نے دیکھے ہیں وہ اُن کو بتلا دے جو غائب ہیں تاکہ برائیوں سے بچیں اور خدا پر تازہ ایمان پیدا کریں اور نشانات کو عمدہ لباس سے سجا سجا کر پیش کریں"۔　(الحکم ۱۰/۱۷ اکتوبر ۱۹۰۰ء)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

هٰذَا مِنَ اللّٰهِ الْمُهَيْمِنِ اٰيَةٌ

(یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے)

ظَهَرَ الْخُسُوْفُ وَفِيْهِ نُوْرٌ وَّالْهُدٰی — خَيْرٌ لَّنَا وَلِخَيْرِنَا اَمْرٌ بَدَا
خسوف ظاہر ہو گیا اور اس میں نور اور ہدایت ہے — یہ ہمارے لئے بہتر ہے اور ہماری بھلائی کے لئے ایک امر ظاہر ہوا ہے

هَبَّتْ رِيَاحُ النَّصْرِ مِنْ مَّحْبُوْبِنَا — مَشْمُوْلَةٌ قَدْ بَرَّدَتْ حَرَّ الْعِدَا
مدد کی ہوائیں ہمارے دوست کی طرف سے چلیں — یہ شمالی ہوائیں ہیں جنہوں نے دشمنوں کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیا

فِيْ لَيْلَةٍ قُدَّتْ ثِيَابُ غَمَامِهَا — بَرْقُ الرَّوَاعِدِ كَانَ فِيْهَا مُرْجِدَا
اس رات میں خسوف ہوا جس کے بادل کے کپڑے پھاڑے گئے — اور بادلوں کی چمک ان میں تھی وہ دلوں کو ہلا رہی تھی

رَدِفَ الْكُسُوْفُ خُسُوْفَهٗ مِنْ رَّبِّنَا — لِيُهِيْنَ فَتَّانًا شَرِيْرًا مُّفْسِدَا
خسوف کے بعد ایک ہی مہینہ میں کسوف آیا — تاکہ خدا تعالیٰ مفسد شریر فتنہ گر کو رسوا کرے

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ الْقَرِيْبِ بِفَضْلِهٖ — اِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُؤَخِّرُ مَوْعِدَا
یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد ہے جو قریب ہے — خدا تعالیٰ اپنے وعدے کو پس انداز نہیں کرتا

قَمَرٌ كَمِثْلِ حَمَامَةٍ بِدَلَالِهٖ — شَمْسٌ بِتَبْشِيْرٍ تُشَابِهُ هُدْهُدَا
چاند اپنے ناز میں کبوتر کی طرح ہے — آفتاب بشارت دینے میں ہُدہُد سے مشابہ ہے

هٰذَا مِنَ اللّٰهِ الْمُهَيْمِنِ اٰيَةٌ — لِيُبِيْدَ مَنْ تَرَكَ الْهُدٰى مُتَعَمِّدَا
یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہے — تاکہ اس کو ہلاک کرے جو عمداً ہدایت کو چھوڑتا ہے

(نور الحق حصہ ۲)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نشاں ہائے خداوندِ قدیر!

(خدائے قادر کے نشانات)

بنگر اے قوم نشاں ہائے خداوندِ قدیر　　چشم بکشا کہ بہ چشم نشانے است کبیر
اے قوم خدائے قادر کے نشانات دیکھ۔ آنکھ کھول کہ تیری آنکھ کے سامنے ایک عظیم الشان نشان ہے

قمر و شمس و زمین و فلک و آتش و آب　　ہمہ در قبضۂ آں یار عزیز اند اسیر
چاند سورج، زمین و آسمان آگ اور پانی سب اس عزت والے دوست کے قبضہ میں قیدی ہیں

قدسیاں جملہ بلرزند از اں ہیبتِ پاک　　انبیارا دل و جاں خون و الم دامنگیر
سب فرشتے اس خدائے پاک کی ہیبت سے لرزتے ہیں انبیا کا جان و دل بھی خون ہے اور خوف دامنگیر ہے

چند ایں جنگ و جدلہا بخدا خواہی کرد　　توبہ کن توبہ مگر در گذرد از تقصیر
تو خدا تعالیٰ سے کب تک یہ جنگ و جدل کرتا ہے گا۔ توبہ کر توبہ تا کہ وہ تیری خطائیں معاف کرے

اے برادر رہِ دین است رہے بس دشوار　　خاک شو خاک مگر باز کنندش اکسیر
اے بھائی دین کا راستہ بہت مشکل راستہ ہے۔ خاک ہو جا خاک تا کہ پھر تجھے وہ اکسیر بنا دے

تو ہلاکی اگر از کبر تبابی سرِ خویش　　من از و آمدم و باتو بگویم چو نذیر!
اگر تو تکبر سے روگردانی کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا میں اس کے پاس سے آیا ہوں اور ایک نذیر کے طور پر تجھے سمجھاتا ہوں

آں خدائیکہ از و خلق و جہاں بے خبر اند　　بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر
وہ خدا جس سے مخلوق اور لوگ بے خبر ہیں اس نے مجھ پر تجلی کی ہے اگر تو اہل ہے تو مجھے قبول کر

(سراج منیر)

نشاناتِ الٰہی کا سلسلہ کبھی بند نہیں ہوتا

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت " وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ...... الخ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی زمانہ میں بھی آسمانی معجزات کے متعلق یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اب ان کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کو نصیحت ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے بھی خطرہ تھا کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جائیں اور اس کے تازہ نشانات دیکھنے سے محروم ہو جائیں تو یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانات کا آنا بند ہو گیا ہے۔ پس انہیں ہوشیار کر دیا گیا کہ ایسا کبھی خیال نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ نشانات دکھاتا رہتا ہے تاکہ اس کے بندوں کے ایمان تازہ ہوتے رہیں۔ نشانات کے ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے (اس آیت میں) مندرجہ ذیل دلائل بیان کئے گئے ہیں :-

(۱) نشانات دکھانے کے خلاف صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان نشانوں سے پہلوں نے کیا فائدہ اٹھایا کہ اب اٹھائیں گے۔ فرماتا ہے کہ اگر یہ وجہ نشان بھیجنے کے خلاف ہوتی تو پہلے نبی کے بعد پھر کوئی نشان ہی ظاہر نہ ہوتا، مگر ایسا نہیں ہوا۔ انبیاء کے دشمن نشانات کا انکار کرتے ہی چلے گئے ہیں پھر بھی ہم نشانات بھیجتے چلے گئے ہیں پس کسی وقت بھی اس وجہ سے نشانات کا بھیجنا بند نہیں ہو سکتا۔ آدمؑ کے وقت میں بھی نشان دکھائے گئے، نوحؑ کے وقت میں بھی نشان دکھائے گئے اور پھر باوجود تکذیب کے ثمود کی قوم کو بھی نشان دکھائے گئے جو آدمؑ اور نوحؑ کے بعد گزری ہے ثمود کی مثال اس لئے دی گئی ہے کہ ثمود عرب قوموں میں سے تھے اور ان کے بنے ہوئے آثار عرب کے کفار یہود اور نصاریٰ سب کے سامنے موجود تھے اور تینوں قومیں ان کے حالات سے عبرت حاصل کر سکتی تھیں۔

۲- اس کے بعد دوسری دلیل یہ دی کہ جب عذاب آئے اس سے پہلے نشانات بھیجنا ضروری ہوتا ہے تاکہ جو لوگ عذاب سے بچائے جا سکیں بچا لئے جائیں پس جب ہم یہ خبر دے رہے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں شدید عذاب آئیں گے حتیٰ کہ دنیا کی کوئی بستی ان عذابوں سے محفوظ نہ رہے گی تو مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس وقت آسمانی نشانات بھی ضرور دکھائے جائیں گے کیونکہ بغیر تخویف کے عذاب کا بھیجنا ہماری سنت کے خلاف ہے۔" (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۸۵۰، ۸۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیسے احمدی بنانا چاہتے ہیں

(محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ سرگودھا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اے میری جماعت خدا تمہارے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم و غم دنیا کے لئے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی"

(تذکرۃ الشہادتین صلا۶ طبع دوم)

صحابہؓ کی سفر آخرت کی تیاری کے متعلق اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ (سورۃ البیّنۃ پارہ ۳۰) یعنی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور یہ نتیجہ ہر اس شخص کے لئے پیدا کیا جاتا ہے جو اپنے رب کی حقیقی خشیّت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ گویا اللہ تعالےٰ کی حقیقی خشیّت رکھنا انسان کے دل اور اس کے اعضاء کو ایسا قابو میں لے آتا ہے کہ اس کا کوئی قول اور اس کا کوئی فعل اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف نہیں رہتا اور وہ ایسے طور سے اپنے رب سے تعلق استوار کر لیتا ہے کہ اسکی ہر چیز کا مالک اس کا رب ہی ہو جاتا ہے، صرف منہ سے نہیں بلکہ واقعی اور حقیقی طور سے۔ تب اس کا خوف اور اس کی امیدیں اور اس کی محبت سب اسی سے وابستہ ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا نفس اور دنیا اس کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں اور وہ پورے طور پر اپنے خدا کا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی سند رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا مصداق ٹھہرتا ہے۔ یہی صحابہؓ کا حال تھا

انہوں نے خدا تعالیٰ کی خاطر ایسی قربانیاں کیں کہ ان سے پہلے نہ کر سکے اور اس کے لئے وہ محبت کا قدم آگے بڑھایا جو پہلے نہ بڑھا سکے ۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عبادت میں شغف کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک زندہ رہیں گے روزانہ روزہ رکھیں گے اور رات نوافل میں گزارا کریں گے۔ حضورؐ نے ان کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ درست ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھ سکتے اس لئے تم روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ اور آرام بھی کرو اور نوافل کے لئے کھڑے بھی ہو اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو اس لئے کہ نیکی میں دس گنا ثواب ملتا ہے اور یہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہو جائے گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت رکھتے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا اچھا ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور دو دن افطار کیا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ فرمایا پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک افطار کرو کہ یہی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے جو افضل ترین ہے۔ اس پر بھی حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا کہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا اس سے زیادہ نہیں۔ جب حضرت عبداللہؓ بوڑھے ہو گئے تو کہتے تھے کہ کاش وہ مہینے میں تین روزوں کو ہی قبول کر لیتے مگر جس چیز کا عہد حضورؐ کی موجودگی میں کیا تھا اس کو چھوڑنے میں شرم محسوس کی اور اسے ہی جاری رکھا۔ ایک روایت میں قرآن کریم کے متعلق بھی ہے کہ سات دن میں ایک مرتبہ ختم کر لیا کرو اس سے زیادہ نہیں۔ اور نماز کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی تھی کہ وہ آدھی رات سوتے تھے اور تیسرا حصہ رات نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور پھر چھٹا حصہ رات سو جاتے تھے ۔ (بخاری و مسلم کی روایات کا خلاصہ)

یہ اس شخص کا حال تھا جو مصر کے فاتح اور گورنر کا لڑکا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے) کا حال ان سے بھی زیادہ دلچسپ تھا۔ بہت عبادت گزار اور بہت بڑے عالم اور زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے کبھی ذرہ بھر بھی دنیا کی طرف مائل نہ ہوئے۔ یہی حال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا تھا اور باقی صحابہؓ کا بھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف ایسے جھک گئے کہ دنیا ان کی نگاہ میں ذلیل ہو گئی۔

ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا ان میں ایسا شوق تھا کہ ایک مرتبہ مہاجروں میں سے غریب لوگ جمع ہو کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے گئے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمتیں ان کے حصے میں آ گئیں۔ وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ ہم پڑھتے ہیں اور روزہ

رکھتے ہیں جیساکہ ہم رکھتے ہیں اور ان کے پاس مالوں کے اعتبار سے زیادتی ہے چنانچہ وہ حج بھی کرتے ہیں اور جہاد بھی اور خیرات بھی دیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تم کو ایسی چیز بتلاؤں کہ تم اس پر عمل کرکے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے آگے بڑھتے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو۔ جب تک کہ وہ بھی یہی نہ کرے، صحابہؓ نے عرض کیا فرمائیے یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے فرمایا ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو۔ (یہاں تک بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔ اس کے آگے مسلم میں ہے) فقراء پھر دوبارہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی یہ سُن لیا اور وہ بھی اسیطرح کرتے ہیں (اور وہ پھر آگے ہو گئے) حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجدوں میں جاکر نمازیں ادا کرنے کے اتنے پابند تھے کہ منافق کے سوا کوئی پیچھے نہ رہتا تھا۔ اور بعض حضرات کو تو دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں لایا جاتا (ان کے بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے) اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔ (مسلم)

صحابہؓ کے انقطاع عن الدنیا کی یہ حالت تھی کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفّہ میں سے ستّر آدمیوں کو دیکھا کہ ان میں سے کسی ایک شخص کے پاس بھی چادر نہ تھی۔ صرف ایک تہہ بند یا ایک کملی ہوتی جس کو انہوں نے اپنی گردن میں باندھ رکھا ہوتا۔ ان میں سے بعض تہہ بند پنڈلیوں تک "تھے اور بعض ٹخنوں تک۔ اور اوپر تہہ بند کو ہاتھ سے پکڑنا پڑتا کہ شرمگاہ ننگی نہ ہو۔ (بخاری)

اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی ان میں ایسی حرص تھی کہ اس کی وجہ سے مال کی محبت ختم ہو چکی تھی۔ مدینہ میں حضرت ابوطلحہؓ سب سے زیادہ مالدار تھے اور ان کو اپنا باغ بیرحاء سب سے زیادہ پسند تھا۔ جو مسجد نبوی کے سامنے تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور اس کا ٹھنڈا اور عمدہ پانی پیتے تھے۔ جب آیت لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (یعنی تم نیکی کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک تم خدا تعالےٰ کے لئے وہ چیزیں نہ خرچ کرو جو تمہیں بہت محبوب ہوں) نازل ہوئی تو حضرت طلحہؓ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی ہے اور مجھ کو اپنے مال میں سے بیرحاء باغ سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہوں۔ آپ اسے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو واقعی اچھا مال ہے۔ تمہاری بات میں نے سن لی ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اپنے اقرباء کو یہ مال دے دو۔ (تا ان کا گزارہ بھی اچھا ہو جائے) چنانچہ ابوطلحہؓ نے ایسا ہی کیا (بخاری مسلم)

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو حامل ان سب سے بالا تھا۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے سب خوبیوں کو جمع کیا تھا۔

صحابہؓ کی قربانیوں اور قرب الٰہی کے لئے جدوجہد اور دنیا سے بے نیازی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مثال فتوحات عطا فرمائیں اور ان کو سب اقوام کے اوپر غالب کیا۔ کفر کے مقابلہ میں وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح ہو گئے جن پر کفر کسی طور سے بھی اثر انداز نہ ہو سکا۔ اور آپس میں بھی وہ نہایت درجہ شفقت کرنے والے اور اپنے بھائیوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہو گئے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۔ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ ۔ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۔ (سورۃ الفتح پارہ ۲۶)

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلہ میں شدید ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔ تو ان کو دیکھتا ہے رکوع کرتے ہوئے اور سجدے کرتے ہوئے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں رہتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں۔

اشداء۔ جمع ہے شدید کی جس کے معنے ہیں بہادر، طاقتور، بلند، قابل اعتماد اور شیر یعنی وہ کفار کے مقابلہ میں نہایت درجہ بہادر اور طاقتور اور بلند اور شیر کی طرح ہیں۔ وہ کفار سے کسی طور سے بھی شکست نہیں کھاتے۔ اور ان کے برے افعال اور بد عادات سے متاثر نہیں ہوتے اور ان سے بلند و بالا ہیں۔

رحماء جمع ہے رحیم کی۔ رحمہ کے معنے ہیں اس کے لئے رقیق القلب ہوا۔ اس پر شفقت کی۔ اس پر مہربانی کی اور اسکی غلطیوں کو معاف کیا۔ یعنی وہ ایک دوسرے کے لئے نہایت درجہ نرم دل رکھتے، اور ایک دوسرے سے شفقت اور مہربانی کا سلوک کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے قصوروں کو معاف کرتے ہیں جہاں ایک طرف وہ اس قدر سخت ہیں دوسری طرف اس قدر نرم دل ہیں۔ اور ان کے چہروں سے ہی نظر آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتہائی فرمانبردار ہیں۔

ان کی یہ تعریف ہے جو اس خدا نے فرمائی ہے جس کی نظر انسان کے پاتال تک ہوتی ہے اور وہ اس کے ظاہر اور باطن کو سب سے زیادہ جانتا ہے اگر وہ خالص خدا کے نہ ہو چکے ہوتے اور دنیا کو کامل طور پر

اس پر قربان نہ کر چکے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تعریف کے مستحق نہ ٹھہرتے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے وہی رنگ دیا جو آپ کے پیشوا اور محبوب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو اس نے دیا تھا۔ ان کو اس طرح سے عبادتِ الٰہی میں شغف اور تقویٰ و طہارت اور علوم دیئے گئے اور اسی طرح سے انقطاع عن الدنیا بخشا گیا۔ یہاں تک کہ اس دوسرے گروہ صحابہ کی پہلے گروہ سے تفریق کرنی مشکل ہے۔ اور اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی یہ بات پوری ہوئی کہ وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (سورہ جمعہ)
یعنی صحابہؓ کے لمبا عرصہ گزرنے کے بعد پھر ایک صحابہ جیسا گروہ پیدا کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے اس لئے جب وہ کسی میں کوئی خوبی پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کے راستے میں کوئی روک نہیں اور وہ اپنی حکمت کے ماتحت جب چاہتا ہے خوبیاں پیدا کرتا ہے، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ وہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ایک صحابہ کے مختصر حالات میں نے اپنی ایک تقریر "عہد حاضر اور احمدی نوجوان" میں بیان کئے تھے جو جلسہ سالانہ ۱۹۶۳ء میں کی گئی تھی کچھ بزرگ صحابہ کے صرف ناموں پر اکتفا کیا تھا کیونکہ ان کے تھوڑے حالات دینے کی بھی گنجائش نہ تھی (میری تقریر کا یہ حصہ تنویر القلوب صـ ۱۸۲ تا صـ ۲۱۶ میں چھپ چکا ہے)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے عبادت گذار، متقی، پرہیزگار، اور علم و تفضل حاصل کرنے والے پیدا کئے۔ جو صحابہ کے رنگ میں رنگین اور بہت حد تک صحابہؓ کی خوبیوں کو اپنے وجودوں میں ظاہر کرنے والے ہوئے۔ تاریخ کی کتب میں سینکڑوں تابعین کے حالات محفوظ ہیں بلکہ شائد ہزاروں تک ان کی تعداد پہنچتی ہے لیکن میں ان میں سے بطور نمونہ دو چار کے حالات پیش کرتا ہوں جو مستند کتابوں سے لئے گئے ہیں تا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے تابعین کے لئے فائدہ کا موجب ہوں۔

ابراہیم تیمی کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا امتیازی وصف ان کا زہد و تقویٰ تھا۔ بہت ردیہ کی یا لیکن دنیا سے آلودہ نہ ہوئے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد و زاہد تھے اور فاقہ کشی پر ان کو بڑی قدرت تھی۔ ان کا مشہور قول ہے کہ علم کا نتیجہ خشیت الٰہی اور جہل کا نتیجہ عمل پر غرور ہوتا ہے۔ اور طمع انسان کو بدکرداریوں پر آمادہ کرتی ہے۔

ابراہیم نخعی بھی کوفہ کے رہنے والے تھے۔ علم و فضل کے لحاظ سے ممتاز ترین تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ فقہ میں کمال رکھتے تھے۔ سب علماء نے اسے تسلیم کیا ہے۔ نہایت عابد و زاہد و متورع تھے۔ راتوں کی تنہائی میں عبادت کرتے تھے طلحہ کا بیان ہے کہ جب لوگ سو جاتے تھے اس وقت ابراہیم ایک عمدہ حلّہ پہن کر خوشبو لگا کر مسجد چلے جاتے تھے۔ صبح تک وہیں رہتے۔ عبادت کے اثر سے بالکل زرد اور خستہ ہو جاتے تھے۔ عزلت نشین اور سادہ مزاج، اور نہایت درجہ متواضع اور خاکساری رکھتے تھے۔ ۹۶ھ میں قریباً پچاس سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت تکلیفوں پر صبر ہے۔

اسود بن یزید۔ یہ بھی کوفہ کے تھے۔ تابعین میں آٹھ بزرگ زہد و عبادت میں زیادہ ممتاز اور مشہور تھے ان میں سے ایک یہ تھے۔ نماز آپ کا سب سے زیادہ دل پسند مشغلہ تھا۔ سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے نماز ہمیشہ اول وقت پر ادا کرتے تھے کسی کام میں بھی ہوتے اس کو فوراً چھوڑ دیتے روزے بھی بہت رکھتے تھے عبادت شاقہ کی وجہ سے ایک آنکھ جاتی رہی قرآن کی تلاوت بھی بہت کرتے تھے۔ رمضان کے مہینہ میں قرآن کا ورد بہت بڑھ جاتا۔ مغرب اور عشاء کے درمیان سو رہتے اس کے بعد اٹھ کر ساری رات قرآن پڑھتے اور دو راتوں میں ایک قرآن ختم کر دیتے۔ ۷۵ھ میں وفات پائی۔ مرض الموت میں بھی اپنے بھانجے ابراہیم نخعی کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے تھے یہ کوشش کی کہ مرتے وقت آخری کلمہ لا الہ الا اللہ مونہہ سے نکلے۔

اویس قرنی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ موجود تھے لیکن حضور کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اویس تمہارے پاس آئے گا۔ اس کے جسم پر برص کے داغ " سب مٹ چکے ہیں صرف ایک درہم کے برابر داغ باقی ہے۔ اس کی ماں بھی ہے جس کی وہ خدمت کرتا ہے۔ جب وہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو خدا اس کو پورا کرتا ہے اگر تم اس کی دعائے مغفرت لے سکو تو لے لینا (مسلم)۔ چنانچہ جب وہ حضرت عمرؓ کو ملے تو حضرت عمرؓ نے دعا کی درخواست کی اور اویس نے دعا کی۔ اویس اپنے آپ کو اہل دنیا سے چھپانے کے لئے نہایت خستہ حال رہتے تھے۔ اکثر بدن ڈھانکنے کے لئے بھی کپڑا نہ ہوتا تھا ہرم بن حیان ایک اہل دل تابعی اویس کی تلاش میں گئے۔ فرات کے کنارے پر انہیں ملے اور فوراً پہچان گئے کہ یہی اویس ہیں۔ ان دونوں کی گفتگو بہت دلچسپ ہے۔ بالآخر ہرم بن حیان نے کہا کہ میرے لئے دعا فرمائیں اور کچھ وصیتیں کیجئے تاکہ میں ان کو ہمیشہ یاد رکھوں۔ اویس نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر چیخ مار کر رونے لگے۔ اور فرمایا میرے رب کا ذکر بلند ہے۔ سب سے زیادہ حق اس کا قول ہے۔ سب سے زیادہ سچی بات اس کی بات ہے۔ سب سے زیادہ اچھا کلام اس کا کلام ہے۔ یہ کلمات فرما کر مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ

والارض سے هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم تک تلاوت کر کے چیخ مار کر ایسے خاموش ہوئے کہ گویا بے ہوش ہوگئے - اور باتوں کے بعد آخر میں کہا ہمیشہ موت کو یاد رکھنا اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہونا - انہوں نے جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہادت پائی - بہت زیادہ عبادت کرنے والے بزرگ تھے -

یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کیا اور سفر آخرت کی تیاری میں وہ کچھ کیا کہ دل اسے دیکھ کر وجد میں آجاتے ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنی جماعت کو صحابہ ایسا ہی دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے آپ نے تڑپ تڑپ کر جماعت کو نصیحتیں فرمائی ہیں "کشتی نوح" تو ساری اسی غرض کے لئے ہے لیکن باقی کتابیں بھی ان سے بھری پڑی ہیں اور اسی طرح ملفوظات میں بھی حضور نے بہت کچھ فرمایا ہے چند ایک اقتباسات یہاں دیئے جاتے ہیں -

۱- "اے سعادت مند لوگو تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے - خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل بننے کے سوا نجات نہیں - سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور غصوں سے الگ ہو جاؤ - انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبر کی پلیدی ہے اگر تکبر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا - سو تم دل کے مسکین بن جاؤ - عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو - جب کہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دنیا میں ان کی بد خواہی کرو - خدا تعالے کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے - نمازوں میں بہت دعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے کیونکہ انسان کمزور ہے - ہر ایک بدی جو دور ہوتی ہے وہ خدا تعالے کی قوت سے دور ہوتی ہے - اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا - اسلام صرف یہ نہیں کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالے کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رو سے تمہاری دنیا پر تمہیں مقدم ہو جائیں -

اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے ان کا ذخیرہ تیار ہوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصوں سے حدیث کا کوئی قصہ مخالف ہو تو اس حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالےٰ نے تمہارے تک پہنچایا ہے سو تم اس پاک کلام کی قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔" (تذکرۃ الشہادتین صـ۶۱، ۶۲ طبع دوم)

کشتی نوح میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :-

" سو اے وے تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت میں شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہو گی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہو گا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار ہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزت آسمان پر دے گا۔ سو تم اس کو مت چھوڑو اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی امیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ۔ سو ان صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک

گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اسی کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آ جاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزت دیتا ہے

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آ جاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا" (کشتی نوح ص۱۴، ص۱۵)

۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو بمقام گورداسپور آپ بعض نومبائعین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" آپ نے جو مجھ سے آج تعلق بیعت کیا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ کچھ بطور نصیحت" چند الفاظ تمہیں کہوں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ پر ایمان رکھے اور پھر قرآن کریم پر غور کرے کہ خدا تعالیٰ نے کیا کچھ قرآن مجید میں فرمایا ہے تو وہ شخص دیوانہ وار دنیا کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔ یہ بالکل سچ کہا گیا ہے کہ دنیا روزے چند عاقبت با خداوند۔ اب خدا تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف آنا چاہتا ہے اور فی الواقعہ اس کا دل ایسا نہیں کہ اس نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہرتا ہے۔ ہم اس دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اس کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے جب تک کافی حصہ اپنا ان کی طلب میں خرچ نہ کردیں وہ مقاصد حاصل ہونے ناممکن ہیں۔ مثلاً اگر طبیب ایک دوائی اور اس کی ایک مقدار مقرر کر دے اور ایک بیمار وہ مقدار دوائی کی تو نہیں کھاتا بلکہ تھوڑا حصہ اس دوائی کا استعمال کرتا ہے تو اس کو کیا فائدہ اس سے ہوگا۔ ایک شخص پیاسا ہے تو ممکن نہیں کہ ایک قطرہ پانی سے اس کی پیاس دور ہو سکے۔ اسی طرح جو شخص بھوکا ہے وہ ایک لقمہ سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح خدا تعالیٰ یا اس کے رسول پر زبانی ایمان لے آنا یا ایک ظاہری رسم کے طور پر بیعت کر لینا بالکل بے سود ہے۔ جب تک انسان پوری معرفت سے خدا تعالیٰ کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ نفس کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ انسان پورے طور پر وہ حصہ لے جو روحانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ صرف یہ خیال کہ میں مسلمان ہوں کافی نہیں۔

میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ نے جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں

جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ یعنی کیا انسانوں نے گمان کر لیا ہے کہ ہم آمنا ہی کہہ کر چھٹکارا پالیں گے اور کیا وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے۔ سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانے والے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔ آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا تعالیٰ کی راہ کو اپنے مصالح کے خلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے ان کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی احکم الحاکمین ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتار لے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مقبول نہیں ہوتا ہمارے نزدیک بھی ایک بے وفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسیطرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجے کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا تعالیٰ کو چھوڑتا ہے۔

بیعت سے مراد خدا تعالیٰ کو جان سپرد کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنی جان آج خدا تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دی ... یہ بالکل غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں چل کر انجام کار کوئی شخص نقصان اٹھاوے۔ صادق کبھی نقصان نہیں اٹھا سکتا۔ نقصان اُس کا ہے جو کاذب ہے جو دنیا کے لئے بیعت کو اور عہد کو جو خدا تعالیٰ سے اس نے کیا ہے توڑ رہا ہے۔ وہ شخص جو محض دنیا کے خوف سے ایسے امور کا مرتکب ہو رہا ہے وہ یاد رکھے بوقت موت کوئی حاکم یا بادشاہ اسے چھڑا نہ سکے گا۔ اس نے احکم الحاکمین کے پاس جانا ہے جو اس سے دریافت کرے گا کہ تونے میرا پاس کیوں نہیں کیا۔ اس لئے ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ خدا جو مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اس پر ایمان لاوے اور سچی توبہ کرے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امر بھی یونہی حاصل نہیں ہوتا ہے۔ خدا ہی یہ امر دل میں بٹھائے تو بیٹھ سکتا ہے سو اس کے لئے دعا درکار ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم اٹھاتا ہے اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دی جاتی ہے۔" (روحانی خزائن نمبر ۲ جلد ۷ صـ ۲۸ تا ۳۰)

اس قسم کے حضور کے نہایت درجہ پُر تاثیر اور پاک کلمات اور بھی بہت ہیں لیکن یہ مضمون زیادہ لمبا ہو جائیگا اس لئے میں اسی پر ختم کرتا ہوں اگر ہم ان باتوں کو اپنے دلوں میں جگہ دیں اور ان پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ ایک ایسا انقلاب ہماری زندگیوں میں برپا کر دیگا جو اس بڑے انقلاب کے لانے کے لئے ضروری ہے کہ دنیا میں اسلام کا غلبہ ہو اور جاہلیت پاش پاش ہو تب ہم حضرت مسیح موعودؑ کی دلی خواہش کو پورا کرنیوالے ہونگے اور حضورؑ جو ہمیں دیکھنا چاہتے تھے وہ بن سکیں گے۔ وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم۔

مومن کی سب سے بڑی دولت

ایمان، اس کی کیفیات اور عظیم الشان ثمرات

(۱)

(محترم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے قائد عمومی مجلس مرکزیہ)

ایک مومن کی سب سے بڑی دولت اس کا ایمان ہے اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی راہوں پر چلنے کی توفیق اور خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کا پیار حاصل ہو جائے کہ اس سے بڑا کوئی انعام نہیں۔ خدا تعالیٰ کی محبت سے اسے ایک نئی زندگی مل جاتی ہے اس میں ایک عظیم تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور اسے ایک روحانی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے جس سے دنیا کی محبت اس کے دل میں سرد پڑ جاتی ہے اور وہ یکسر نیا وجود بن جاتا ہے ایک علوی وجود۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"خدا کی محبت ایک ایسی شے ہے جو انسان کی سفلی زندگی کو جلا کر اسے ایک نیا اور مصفّٰی انسان بنا دیتی ہے وہ وہ کچھ دیکھتا ہے جو پہلے نہیں دیکھتا تھا اور وہ وہ کچھ سنتا ہے جو پہلے نہیں سنتا تھا۔" (ملفوظات جلد اوّل صہ ۳۵۳)

خدا تعالیٰ کی محبت سے ایک مومن کا دل صیقل ہو جاتا ہے اسے ایک جِلا ملتی ہے اور خدا تعالیٰ اپنے نور سے اسے منور کر دیتا ہے اور اس کے لئے روحانی ترقیات کے دروازے کھول دیتا ہے شدت شوق میں وہ سفلی دنیا کو تج دیتا اور محبت کے نشے میں چُور وہ خدا کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے۔ اس پر محویت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے دنیا کی نظروں میں وہ سب کچھ کھو دیتا ہے مگر دراصل وہ سب کچھ پا لیتا ہے اس بلندی سے اسے دنیا حقیر نظر آتی ہے اور وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے اس سفلی دنیا کو ترک کر کے اسے ایک عظیم الشان بادشاہت مل گئی ہے۔ اسے سب کچھ میسّر ہے اور اس کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اس کیفیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

" انسان جب ۔ ۔ ۔ اپنے خالق حقیقی سے ایسی سچی محبت اور اخلاص پیدا کر لیتا ہے

کہ بے اختیار اس کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے اور ایک حقیقی محویت کا عالم اس پر طاری ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کیفیت سے انسان گویا سلطان بن جاتا ہے اور ذرہ ذرّہ اس کا خادم بن جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد ۷، ص۴۳)

محبوب حقیقی کی یاد میں یوں کھو یا کھو یا وہ اپنی بلند پروازی میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ خدا کے فضل سے ترقیات کی منازل طے کرتا ہوا وہ اتنی بلندیوں تک جا پہنچتا ہے کہ خدا اس سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوتا ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ بظاہر دنیا میں ہوتے ہوئے وہ دنیا میں نہیں ہوتا اس پر حقیقی معنوں میں محویت کا عالم طاری ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیادار اس سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو تو اور بات ہے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے قرب قبولیت دعا کے واقعات اور اپنے خواب الہامات اور کشوف کا اظہار پسند نہیں کرتا بلکہ اس کی تو تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ سے اس کی محبت کا راز فاش نہ ہونے پائے اس کی محبت کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہو یہاں تک اگر کبھی اس کا یہ راز افشا ہو جائے تو وہ بے حد شرمندہ ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جن لوگوں کو محبت الٰہی ہوتی ہے وہ اس محبت کو چھپاتے ہیں جس سے ان کے دل لبریز ہو جاتے ہیں بلکہ اس کے افشاء پر وہ شرمندہ ہوتے ہیں کیونکہ محبت اور عشق ایک راز ہے جو خدا اور اس کے بندے کے درمیان ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد ۷، ص۵۵)

ارشاد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ انہی لوگوں پر صادق آتا ہے۔ بظاہر وہ معمولی انسان ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی نظروں میں مقبول۔

نام و نمود اور شہرت کی خواہش کا منبع کبر اور اپنی بڑائی کا احساس ہوتا ہے اور ایک متکبر انسان بندۂ خدا نہیں بندۂ ہوا و ہوس ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:-

"متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے" (ملفوظات جلد اول ص۲)

مگر ایک مومن جس کے دل میں خدا تعالیٰ سے شدید محبت اور عشق صادق ہوتا ہے اس کے دل میں نام و نمود کی کبھی خواہش پیدا نہیں ہوتی وہ عبادات بجالاتا ہے تو چھپ کر اور خدا کی یاد میں محو رہتا ہے تو گوشۂ تنہائی میں اس کا حجرہ جہاں کوئی جھانک نہ سکے مگر جہاں اسے یکسوئی میسر ہو اس کے لئے شاہی محلات سے بڑھ کر اور سکون قلب کے ہر قسم کے سامان اپنے اندر لئے ہوتا ہے۔

ہاں تو خاکسار یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق خاطر انقطاع الی اللہ اور محویت کا مقتضی ہے یہ نہ ہو تو عشق صادق نہیں اللہ تعالیٰ ایک شخص کے بیعت کے زبانی دعووں سے مطمئن نہیں ہوتا وہ عملی ثبوت

چاہتا ہے اور جب تک انسان دنیا سے بکلی انقطاع اختیار کر کے خدا تعالیٰ میں کھویا نہ جائے وہ خدا تعالیٰ کو پا نہیں سکتا۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام احباب جماعت کو اسی محویت کی کیفیت پیدا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

" اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے ہم بار بار اپنی جماعت کو اس بات پر قائم ہونے کے لئے کہتے ہیں کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اُس وقت تک ثبات میسر نہیں آ سکتا بعض صوفیوں نے لکھا ہے کہ صحابہ رضؓ جب نمازیں پڑھا کرتے تھے تو انہیں ایسی محویت ہوتی تھی کہ جب فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچان بھی نہ سکتے تھے جب انسان کسی اور جگہ سے آتا ہے تو شریعت نے حکم دیا ہے کہ وہ آ کر السلام علیکم کہے نماز سے فارغ ہونے پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے کی حقیقت یہی ہے جب ایک شخص نے نماز کا عقد باندھا اور اللہ اکبر کہا تو وہ گویا اس عالم سے نکل گیا اور ایک نئے جہان میں جا داخل ہوا۔ گویا ایک مقام محویت میں جا پہنچا پھر جب وہاں سے واپس آیا تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر ان سے ملا " (ملفوظات جلد ہفتم ص۴۲ - ۴۳)

انقطاع الی اللہ اور خدا تعالیٰ کی یاد میں محویت کی انتہا ہے مناجات اور نماز کے دوران ایک انسان یوں محسوس کرے جیسے وہ اس دنیا میں ہے ہی نہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام محویت اور انقطاع کے متعلق اپنا ذاتی تجربہ یوں بیان فرماتے ہیں :۔

" مجھے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی محویت دی تھی کہ تمام دنیا سے الگ ہو بیٹھا تھا تمام چیزیں سوائے اس کے مجھے ہرگز نہ بھاتی تھیں میں ہرگز ہرگز حجرہ سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی شہرت کو پسند نہیں کیا میں بالکل تنہائی میں تھا اور تنہائی ہی مجھ کو بھاتی تھی۔ شہرت اور جماعت کو جس نفرت سے میں دیکھتا تھا اس کو خدا ہی جانتا ہے " (ملفوظات جلد ۷ ص۲۳)

نیز فرماتے ہیں :۔

" میری ہرگز مرضی نہ تھی مگر اس نے میری خلاف مرضی کیا کیونکہ وہ ایک کام لینا چاہتا تھا . . . . میں نے بار بار دعائیں کیں کہ مجھے گوشہ ہی میں رہنے دیا جائے مجھے میری خلوت کے حجرے ہی میں چھوڑ دیا جائے لیکن بار بار حکم ہوا کہ اس سے نکلو اور دین کا کام جو اس وقت سخت مصیبت میں تھا اس کو سنوارو " (ملفوظات جلد ہفتم ص۲۳ ، ۲۲)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں :-

"انبیاء کی طبیعت اسی طرح واقع ہوتی ہے کہ وہ شہرت کی خواہش نہیں کیا کرتے کسی نبی نے کبھی شہرت کی خواہش نہیں کی۔" (البدر ۲۲ اگست ۱۹۰۴ء)

— ۲ —

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ ایک مومن کے دل میں جب خدا تعالیٰ کے لئے شدید محبت کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ دنیا سے مونہہ موڑ لیتا اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑ لیتا ہے اس کی یہ قربانی جو وہ اپنے نفس پر موت وارد کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہے ضائع نہیں جاتی بلکہ اسے قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس پر رجوع برحمت ہوتا ہے اور اسے اپنی محبت کی آغوش میں لے لیتا ہے تب خدا کی طرف سے اسے ایک عظیم الشان طاقت اور ایک محیر العقول مقناطیسی قوت دی جاتی ہے جس سے مومن کے دل میں ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے جو دوسرے لوگوں کو اس کی طرف کھینچتی اور متوجہ کر دیتی ہے لوگ اس کشش کی وجہ سے اس کی طرف مائل ہوتے اور اس سے نیک اثر قبول کرتے ہیں۔ ایک مومن میں یہ جذب و اثر اور یہ کشش کامل نہ ہو تو اسے استغفار کثرت کے ساتھ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی محبت خام ہے اور خدا تعالیٰ سے اس کا عشق نامکمل رسیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مومن کے دل کی مقناطیسی کیفیت بیان کرتے ہوئے احباب جماعت کو اپنے اندر جذب و اثر پیدا کرنے کی یوں تلقین فرماتے ہیں :-

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدق سے قدم رکھتا ہے اس کو عظیم الشان طاقت اور خارق عادت قوت دی جاتی ہے مومن کے دل میں ایک جذب ہوتا ہے کہ جس سے قوت جاذبہ کے ذریعہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اگر تم میں جذب محبت خدا تعالیٰ کی راہ میں کافی ہو تو پھر کیوں لوگ تمہاری طرف نہ کھنچے آدیں اور کیوں تم میں ایک مقناطیسی طاقت نہ ہو جاوے . . . . سو جائے شرم ہے کہ . . . ایک شخص جو مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں جذب محبت الٰہی اس قدر نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف کھنچے چلے آدیں یہ عذر قابل پذیرائی نہیں کہ زبان میں یا وعظ میں اثر نہیں اصلی نقصان قوت جاذبہ میں ہے جب تک وہ کامل نہیں تب تک زبانی خالی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

(البدر ۸ اگست ۱۹۰۴ء)

اللہ تعالیٰ ستاری فرماتے ہمیں مغفرت کی چادر میں چھپالے اور ہماری کمزوریوں غفلتوں اور سستیوں اور خامیوں کو دور فرمائے ہمیں اپنی کامل محبت سے نوازے یہاں تک کہ ہم اپنے اوپر فنا وارد کر کے

خدا کی خاطر دنیا سے کامل انقطاع اختیار کرتے ہوئے اُسی کی ذات میں محو ہو جائیں، اس طرح کہ ہمارا وجود تک باقی نہ رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں اپنی محبت اور پیار سے نوازے اور قدرتوں والا خدا ہم ناچیز بندوں میں اپنے فضل سے وہ جذب و اثر اور کشش پیدا کر دے جس سے دنیا اسلام کی طرف مائل ہو جائے، خدا کی طرف جھکے اور اس کے مخلص بندوں میں شامل ہو جائے آمین یارب العالمین۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔
واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سچے مومن کی علامت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں:۔

"جب انسان سچا ایمان لاتا ہے تو اس کے بہت سے نشان ہوتے ہیں۔ اُن علامات میں سے ایک بڑی علامت جو حقیقی ایمان کی ہے وہ یہی ہے کہ انسان دنیا کو پاؤں کے نیچے کچل کر اس سے اس طرح الگ ہو جاتا ہے جیسے سانپ اپنی کینچلی سے باہر آجاتا ہے۔ اِس طرح پر جب انسان نفسانیت کی کینچلی سے باہر آجاتا ہے تو وہ مومن ہوتا ہے اور ایمانِ کامل کے آثار اس میں پائے جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۴۱)

فقہ اسلامی :-

سجدۂ سہو کب اور کیسے کیا جائے!

(مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب ۔ مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

۲

سابقہ قسط میں یہ بتایا گیا ہے کہ نماز میں بھول جانے یا کوئی غلطی کر بیٹھنے کے تدارک کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل اور ارشاد گرامی یہ تھا کہ ایسی صورت پیش آنے پر نماز کے آخر میں دو سجدے کر لئے جائیں اب اس وقت ہم نے یہ بتانا ہے کہ کونسی غلطی سے یہ سجدہ سہو ضروری ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپؐ کے طریق عمل پر غور کرنے کے بعد علمائے امت نے اس امر کی صراحت کی ہے کہ سجدہ سہو کی ضرورت صرف نماز کے بعض اہم حصوں میں غلطی یا بھول ہو جانے کی صورت میں ہی پیش آتی ہے۔ معمولی قسم کی غلطی معاف ہے اور اس کے لئے سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نماز کے کچھ حصے فرض اور رکن ہیں۔ کچھ واجب ہیں اور کچھ سنت و مستحب ہیں۔ فرض اور رکن کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ شریعت ایسی نماز کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی اور جب تک چھوٹے ہوئے رکن کو ادا نہ کیا جائے نماز صحیح نہیں ہوتی جیسا کہ گزشتہ مضمون میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظہر کی دو رکعتیں رہ گئی تھیں۔ چونکہ رکعت نماز کا اہم اور ضروری حصہ ہے اس لئے آپؐ نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی کہ اس غلطی کے بدلہ میں دو سجدے کر لئے جاتے بلکہ آپ نے پہلے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر دو سجدے کئے۔ یہ دو رکعتیں تو فرض اور رکن ہونے کی وجہ سے آپ نے ادا فرمائیں اور سجدہ سہو اس درمیانی وقفہ تاخیر اور بے خیالی میں بات چیت کرنے کی غلطی کے تدارک کے طور پر کیا اس کے برعکس حدیث ۳ اور ۸ میں یہ وضاحت ملتی ہے کہ درمیانی قعدہ بھول جانے کی صورت میں اس قعدہ کے کرنے اور اس میں تشہد پڑھنے کا آپ نے حکم نہیں دیا بلکہ اس کی بجائے صرف سجدہ سہو کر لینے

کا ارشاد فرمایا۔ اس فرق کی وضاحت فقہائے یوں کی ہے کہ نماز کے جو حصے فرض اور رکن ہیں۔ ان میں غلطی کا تدارک تو سجدۂ سہو سے نہیں ہو سکتا۔ لیکن بہر حال بجا لانا ضروری ہے خواہ اپنے وقت اور مقام پر ادا کیا جائے خواہ بعد میں بجا لانا پڑے لیکن نماز کے جن حصوں کا درجہ رکن سے کم ہے تاہم ان کی حیثیت و اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے ان میں غلطی کا تدارک سجدہ سہو کر لینے سے ہو جائے گا اور ان حصوں کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہوگی باقی عام معمولی غلطیاں معاف ہیں۔ گویا تین صورتیں ہوئیں۔

اوّل:۔ نماز کا اگر کوئی رکن رہ جائے اور وقت پر ادا نہ کیا جا سکے تو یاد آنے پر اس رُکن کا کرنا ضروری ہوگا اور اس کے ساتھ اُس رکن کو اپنے وقت پر نہ کر سکنے اور ادائیگی میں تاخیر واقع ہو جانے کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا بھی لازمی ہوگا۔

دوم:۔ نماز کا اگر کوئی واجب حصہ رہ جائے اور اپنی جگہ پر ادا نہ کیا جا سکے تو پھر اس کی بجائے سجدہ سہو کر لینا کافی ہوگا۔ اور اس سے اس غلطی کا تدارک ہو جائے گا

سوم:۔ اگر کوئی معمولی غلطی یا بھول ہو جائے جس سے کسی رکن یا واجب کا ترک لازم نہ آتا ہو تو پھر یہ غلطی معاف ہے۔ نہ اس رہ جانے والے حصے کو بعد از وقت بجا لانا ضروری ہے اور نہ اس ترک کی وجہ سے سجدہ سہو ہی کرنے کی ضرورت ہے۔

نماز کے مندرجہ ذیل حصے رکن ہیں:۔

تکبیر تحریمہ (جس کے بغیر نماز شروع ہی نہیں ہوتی) قیام۔ قرآن کریم کے کسی حصہ کی قرأت۔ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔ آخری قعدہ اور تسلیم۔ ان میں سے ہر ایک ضروری ہے۔ جان بوجھ کر کسی کو ترک کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس نماز کو نماز ہی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن غلطی سے اگر ان میں سے کوئی رکن رہ جائے تو بعد از وقت اسے بجا لانے اور آخر میں سہو کے دو سجدے کرنے سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ مثلاً ایک سجدہ کیا اور دوسرا بھول گیا۔ یا رکوع کرنا یاد نہ رہا اور یہ غلطی اُس وقت یاد آئی جب کہ آخری قعدہ میں بیٹھ گیا تھا یا سلام پھیر لے کے بعد لوگوں نے بتایا کہ ایک سجدہ یا رکوع رہ گیا ہے تو پہلے یہ رہا ہوا سجدہ یا رکوع کیا جائے اس کے بعد آخری قعدہ ہو اور اس میں تشہد پڑھا جائے۔ پھر ادعیہ ماثورہ کے بعد سہو کے دو سجدے کئے جائیں اور پھر سلام پھیرا جائے۔ یہی صورت تکبیر تحریمہ (کیونکہ اس کے بغیر تو نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی) کے علاوہ دوسرے کسی رکن کے غلطی سے رہ جانے کی ہے یعنی اس رکن کے ادا کرنے کے بعد آخری قعدہ ہو پھر سجدہ سہو پھر سلام۔

نماز کے مندرجہ ذیل حصے واجب ہیں:۔

ترتیب ارکان - توالیٔ ارکان - تعدیل ارکان اور طمانیت - قرأۃ فاتحہ - ضم سورۃ - تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی مقررہ جگہوں پر تکبیرات - زائد تکبیرات عیدین - جماعت کی صورت میں سرّی نمازوں میں سرًّا قرآن پڑھنا اور جہری نمازوں میں جہرًا - قومہ بعد از رکوع - جلسہ بین السجدتین - درمیانی قعدہ - تشہد یعنی عبدہٗ ورسولہٗ تک التحیات پڑھنا - ان میں سے ہر ایک ضروری اور واجب ہے اگر جان بوجھ کر ان میں سے کوئی چھوڑ دے تو نماز باطل ہوگی لیکن غلطی اور بھول سے اگر کوئی رہ جائے تو اس کی بجائے سہو کے دو سجدے کر لینے کافی ہوں گے - اس طرح کمی پوری اور نماز مکمل ہو جائے گی - مثلاً :-

درمیانی قعدہ بھول گیا اور دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو گیا تو اب اسے کھڑا ہو جانے کے بعد اس قعدہ کے لئے بیٹھنا نہیں چاہئے بلکہ حسب نیت تیسری اور (اگر نماز چار رکعت کی ہے تو پھر) چوتھی رکعت پڑھنی چاہیئے اور پھر آخری قعدہ کے لئے بیٹھنے اور تشہد وادعیہ ماثورہ کے بعد دو سجدے کر کے سلام پھیر دینا چاہیئے اسیطرح اگر آخری رکعت کے بعد آخری قعدہ کے لئے بیٹھنے کی بجائے کوئی نمازی سیدھا کھڑا ہو گیا اور پھر یاد آیا کہ وہ غلطی سے کھڑا ہو گیا ہے اس کی رکعتیں تو پوری ہو چکی ہیں اور اب اُسے آخری قعدہ میں بیٹھنا چاہیئے تھا تو یہ یاد آتے ہی وہ فورًا بیٹھ جائے - خواہ وہ کھڑا ہو یا رکوع کر رہا ہو یا سجدہ میں ہو فورًا بیٹھ جانا ضروری ہے اور پھر تشہد وغیرہ کے بعد اس سہو کے دو سجدے بجا لائے اور پھر سلام پھیرے -

اسیطرح اگر کوئی امام یا منفرد درمیانی قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے اٹھنے کی بجائے زیادہ دیر تک بیٹھا رہے خواہ چپ چاپ رہے خواہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ آخری قعدہ ہے پورا درود شریف اور ادعیہ ماثورہ پڑھے یا سلام پھیرے تو ان سب صورتوں میں بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے بعد آخر میں سجدہ سہو کرنا بھی ضروری ہوگا - کیونکہ درمیانی قعدہ میں تشہد کے بعد تیسری رکعت کے لئے جلد کھڑا ہونا ضروری ہے اور واجب تھا - بلا وجہ زیادہ دیر نہیں کرنی چاہیئے تھی اور اُس نے بلا وجہ کھڑا ہونے میں دیر کی اور ارکان کی توالی انہیں بلا تاخیر بجا لانے میں اس سے کوتاہی سرزد ہوئی اس لئے سجدہ سہو ضروری ہو گیا - اسیطرح اگر رکعات کی تعداد میں شک پڑ جائے اور کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو سکے تو تکمیل رکعات کے بعد ازالہٗ شک کے لئے سجدۂ سہو کرے - امام اگر سجدۂ سہو کرے تو مقتدی بھی کرے - مقتدی کی اپنی غلطی معاف ہے -

اگر کوئی نمازی آخری قعدہ میں بیٹھا اور تشہد پڑھا لیکن اسے درمیانی قعدہ سمجھتے ہوئے درود شریف اور ادعیہ ماثورہ پڑھنے اور سلام پھیرنے کی بجائے کھڑا ہو گیا تو یاد آنے پر اسے بیٹھ جانا چاہیئے اور درود شریف اور ادعیہ ماثورہ پڑھنے کے بعد سلام پھیر دینا چاہیئے - سجدۂ سہو کی بعض کے نزدیک ضرورت نہیں کیونکہ آخری قعدہ میں تشہد کے بعد کھڑا ہونے سے نہ اُس نے کوئی رکن چھوڑا ہے اور نہ ہی کسی واجب کو ترک کیا ہے

کیونکہ تشہد کے معاً بعد نہ درود شریف پڑھنا ضروری اور واجب ہے اور نہ ہی معاً بعد متصلاً سلام پھیرنا ضروری ہے اگر کوئی شخص گھنٹہ بھر آخری قعدہ میں بیٹھا رہے مراقبہ میں رہے اور خاصے وقفے وقفے کے بعد درود شریف اور ادعیہ ماثورہ پڑھے تو اس کا یہ طرزِ عمل خلاف اولیٰ ہو لیکن اس نے چونکہ کسی واجب کی خلاف ورزی نہیں کی اس لئے اس کے لئے سجدۂ سہو کرنا واجب نہ ہوگا۔

نماز کے مندرجہ ذیل حصے سنت اور مستحب ہیں :۔

تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھانا ، ہاتھ باندھنا۔ قیام کی حالت میں نظر اپنی سجدہ گاہ پر جمائے رکھنا۔ ثنا اور تعوذ پڑھنا۔ آمین بالجہر کہنا۔ قرأت رکعات میں قرآن پاک کی ترتیب کی پابندی کرنا۔ پہلی رکعت کی قرأت دوسری رکعت کی قرأۃ سے قدرے لمبی کرنا۔ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھنا۔ تسمیع وتحمید کہنا۔ رکوع وسجود کی تسبیحات۔ سجدہ میں بازو زمین اور پہلوؤں سے الگ رکھنا۔ دعا بین السجدتین۔ قعدہ میں ہاتھ گھٹنوں کے قریب رکھنا ، آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور ادعیہ ماثورہ پڑھنا سلام پھیرتے ہوئے مونہہ دائیں اور بائیں موڑنا۔ یہ امور سنت یا مستحب ہیں۔

ان میں سے اگر کوئی امر جان بوجھ کر چھوڑا جائے تو نماز ناقص ہوگی اور پورا پورا ثواب نہ ملے گا۔ لیکن اگر بھول جائے اور غلطی سے کوئی بات رہ جائے تو یہ معاف ہے اس کے تدارک کے لئے کسی سجدۂ سہو وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ نہ ثواب میں کمی ہوگی اور نہ ہی بازپرس کا سوال پیدا ہوگا۔

سجدہ سہو کرتے ہوئے تکبیر کہنا چاہیئے اور سجدہ میں تسبیح جو عام سجدہ میں پڑھتے ہیں پڑھنی چاہیئے اس میں کوئی خاص دعا مروی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حقیقی نماز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

" نماز اس وقت حقیقی نماز کہلاتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ سے سچا اور پاک تعلق ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اطاعت میں اس حد تک فنا ہو اور یہاں تک دین کو دنیا پر مقدم کر لے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں جان تک دے دینے اور مرنے کے لئے تیار ہو جائے "

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۲۴۰)

ایک متوفّی کا لکھا ہوا اپنا وفات نامہ

محسوس نہ ہونے والے زہر کی ہلاکت آفرینی

تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ جس بِل یا سوراخ میں سانپ ہو انسان جان بوجھ کر اس میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ جس جنگل میں شیر رہتا ہو اس میں انسان حفاظت کے خاطر خواہ انتظام کے بغیر بے دھڑک جانے کی جرأت نہیں کرتا۔ جس کھانے میں زہر ہو اسے زبان پر رکھنا تو درکنار انسان اسے چھونے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتا۔ کیوں ؛ اس لئے کہ جان انسان کو عزیز ہوتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہلاکت کے مونہہ میں دھکیلے۔ لیکن اِس عجائب خانۂ دنیا میں ایک زہر ایسا بھی ہے جسے لاکھوں ہی نہیں کروڑوں انسان بے دھڑک پیتے چلے جاتے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ زہر پی رہے ہیں جو بالآخر ان کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے۔ ایسا وہ اس لئے کرتے ہیں کہ یہ زہر بہت آہستہ آہستہ اثر کرتا ہے۔ جب وہ اسے پی رہے ہوتے ہیں وہ اِس امر سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی رگِ حیات کاٹ رہے ہیں۔ اب اکونسا زہر ہے جسے لوگ کمال بے خوفی سے پیتے چلے جاتے ہیں اور اس کے عواقب سے یکسر بے خبر ہوتے ہیں ؛ یہ زہر ہے تمباکو یا سگریٹ نوشی !

تمباکو نوشی سگرٹوں کی شکل میں مغرب میں جس قدر عام ہے اور اِس کے نتیجہ میں وہاں جو نئی نئی بیماریاں سر اٹھا رہی ہیں اور شرحِ اموات میں جس سرعت سے اضافہ ہو رہا ہے، اس پر مغربی ممالک میں آج کل بہت کچھ لکھا جا رہا ہے اور بڑی پر زور کوشش کی جا رہی ہے کہ لوگ کسی نہ کسی طرح سگرٹ نوشی ترک کر دیں اور اگر وہ لوگ جو پہلے سے اس کے عادی ہیں اسے ترک نہ کر سکیں تو کم از کم نئی پود کو تو اس کے چنگل میں پھنسنے سے بچایا جائے۔ امریکن کینسر سوسائٹی کے سینئر وائس پریذیڈنٹ ہیرلڈ ایس ڈیہل

(HAROLD C. DIEHL) نے لکھا ہے کہ پھیپھڑے کے سرطان کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ مہلک مرض وبائی امراض کی طرح بڑی سرعت سے پھیلتا جا رہا ہے اور جو لوگ ہر سال اس میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی تعداد روز بروز نہایت خوفناک طریق پر بڑھتی جا رہی ہے۔ موجودہ دور میں پھیپھڑے کے سرطان کی وجہ سے مرنے والوں کی تعداد آج سے ایک نسل پہلے مرنے والوں کی تعداد سے دس گنا بڑھ چکی ہے۔ اندازہ ہے کہ پھیپھڑے کے سرطان کی وجہ سے ہر سال پچاس ہزار اموات ہوتی ہیں۔

مسٹر ہیرلڈ ڈیہل کا کہنا ہے کہ سگرٹ نوشی کی وجہ سے ہونے والی اموات کے اس انتہائی دردناک المیہ کے علاوہ اس کے نتیجہ میں اور کئی لحاظ سے بھی لوگوں کی زندگی اجیرن ہوتی جا رہی ہے اور وہ یہ کہ مختلف امراض کی شدت اور ان میں وسعت کی کیفیت بڑھتی جا رہی ہے۔ ان کے اندازہ کے مطابق دیگر بواعث کے علاوہ محض سگریٹ نوشی کی وجہ سے ہی ہر سال تین لاکھ افراد شریانوں کے مختلف عوارض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دس لاکھ افراد کو شدید قسم کی پرانی کھانسی یا پھیپھڑوں میں ضرورت سے زیادہ ہوا بھرنے کا مرض لاحق ہو کر ان کی زندگی کو تلخ بنا دیتا ہے اور قریباً اتنی ہی تعداد ان مریضوں کی ہوتی ہے جو معدہ میں پھوڑا نکل آنے کے باعث نہایت تکلیف میں زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔

انگریزی کے مشہور ماہنامہ "ریڈرز ڈائجسٹ" کے اگست ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں "ہونولولو سٹار بلیٹن" کے ریورنڈ مارک واٹرز کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جو اس نے اپنی وفات سے چند روز پہلے لکھا تھا۔ اسے اخبار میں اشاعت کے لئے ارسال کرتے ہوئے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں اس نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسے اس کے اپنے "وفات نامہ" کے طور پر شائع کیا جائے۔ دراصل وہ پھیپھڑے کے سرطان میں مبتلا ہو کر زندگی اور موت کی کش مکش سے دوچار تھا۔ ڈاکٹر اس یقینی رائے کا اظہار کر چکے تھے کہ وہ چند یوم کے اندر اندر مر جائے گا۔ چنانچہ اس نے دوسروں کو سگرٹ نوشی کے انتہائی مہلک اثرات سے خبردار کرنے کے لئے اپنی زندگی کی یہ آخری تحریر سپرد قلم کی اور اس کا عنوان اس نے "میرا وفات نامہ" تجویز کیا۔ ۲۷ جنوری ۱۹۶۶ء کو اس نے اپنا یہ وفات نامہ لکھا۔ اس کے چار روز بعد اس نے اس میں آخری اصلاح کر کے اسے اپنے اخبار کو بھجوایا۔ اس سے اگلے ہی روز یعنی یکم فروری ۱۹۶۶ء کو وہ کوئنز ہاسپٹل ہونولولو میں فوت ہو گیا چونکہ اس نے یہ تحریر لکھی ہی اس لئے تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے پڑھیں اور اس سے متاثر ہو کر سگرٹ نوشی ترک کریں لہٰذا افادۂ عام کی غرض سے اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس نے اپنے "وفات نامہ" میں لکھا:۔

"میری موت کا باعث سگرٹ ہیں۔ اپنے اس قاتل سے میں چودہ سال کی عمر میں متعارف ہوا جبکہ

میں نے اپنے والد کے سگرٹوں میں سے روزانہ کوئی کوئی سگرٹ چرا کر پینے شروع کئے۔ ابتدا میں کش لگانے سے کچھ متلی سی ہوئی لیکن مسلسل پینے سے یہ کیفیت جاتی رہی۔

میں امریکہ کی ریاست آئیووا کے شہر ڈیون پورٹ میں ۲ رجون ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ جب میں سولہ سال کا ہوا تو ہمارا گھر بالٹی مور میں منتقل ہو گیا۔ یہ شہر مجھے بہت پسند تھا چنانچہ اسے ہی میں نے اپنا وطن بنا لیا۔ اس وقت تک سگرٹوں کا حاصل کرنا میرے لئے چنداں مشکل نہ تھا سکول کی تعلیم سے فراغت کے بعد نئی نئی قسم کے سگرٹ خریدنے کی خاطر میں نے گھٹیا گھٹیا ملازمتیں اختیار کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کی۔ چنانچہ ان ایام میں میں انواع و اقسام کی سگرٹیں پیتا اور ان کا تجربہ کرتا رہا۔ اب مجھے یاد بھی نہیں کہ انواع و اقسام کے ان سگرٹوں سے مجھے کیا لطف حاصل ہوتا تھا۔

۱۹۲۸ء میں آنے والے اقتصادی بحران نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ مالی تنگی کی وجہ سے میرے والد نے سگرٹوں کو گننا اور ان کی تعداد کو نگاہ میں رکھنا شروع کر دیا۔ ان حالات میں میرے لئے سگرٹ حاصل کرنا بالکل ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ ان ایام میں میں اپنے ایک دوست کے ساتھ مل کر سڑکوں پر گرے ہوئے مستعمل سگرٹوں کے ٹکڑے چن چن کر ان سے ہی اپنا نشہ پورا کرتا رہا۔ مزید برآں ہم گیلا تمباکو لے کر اسے کسی برتن میں آگ پر خشک کرتے اور باریک کاغذ میں اسے لپیٹ کر سگرٹ بنا لیتے۔ مجھے یاد ہے یہ بہت ہی خوفناک سگرٹ ہوتے تھے۔

اس زمانہ میں نوجوانوں کے لئے ملازمتیں قریباً ناپید تھیں اس لئے میں نے بحریہ میں ملازمت کا فیصلہ کیا۔ اوّل تو گھر پر سے میرا اپنا بار کم ہو گیا۔ دوسرے اب میں اس قابل تھا کہ پس انداز کر کے کچھ رقم گھر بھیج سکوں۔ بحریہ میں ملازم ہونے کے بعد سگرٹوں کا حصول میرے لئے قطعاً مشکل نہ رہا۔ سمندر دل میں سفر کے دوران ملازمین کو چالیس سینٹ میں سگرٹوں کا ایک پورا ڈبہ مل جاتا تھا۔ میں روزانہ دو پیکٹ پی جاتا اور اکثر و بیشتر دھواں باہر نکالنے کی بجائے اندر لے جاتا۔

بحریہ میں بیس سالہ ملازمت کے اختتام پر میں نارتھ کارولینا کی یونیورسٹی میں جا داخل ہوا، وہاں سے ڈگری حاصل کرنے کے بعد مجھے سان ڈی آگو یونین میں ملازمت مل گئی۔ ایک رات جب میں چل کر اپنی موٹر کار کی طرف جا رہا تھا تو اچانک مجھے چکر سا آیا اور میں لڑکھڑا کر بائیں جانب گرنے لگا۔ میں اس رات لگاتار ایک کے بعد دوسرا سگرٹ پیتا رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد میں نے اور میری بیوی میوریل (MURIEL) نے سگرٹ ترک کرنے کی کوشش کی لیکن آٹھ دن سے زیادہ ہم اپنے اس عزم کو نبھا نہ سکے اور اس کے باوجود نہ نبھا سکے کہ اس وقت تک حالت یہ ہو چکی تھی کہ مجھے

سگریٹ نوشی میں لطف آنا بند ہو گیا تھا۔ صبح کافی (COFFEE) پینے کے بعد پہلے سگرٹ کے سوا جس سے میں لطف اندوز ہوتا تھا میرے لئے سگریٹ نوشی میں کوئی لطف باقی نہ رہا تھا۔ بالآخر نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ میرے مونہہ کا مزہ خراب رہنے لگا۔ بہت کثرت کے ساتھ سگریٹ پینے کے باعث بھوک جاتی رہی۔ پھیپھڑوں میں ضرورت سے زیادہ ہوا بھرنے کی شکایت بھی لاحق ہو گئی جس سے سانس لینا بھی دوبھر ہو جاتا۔ نہایت ہی تکلیف دہ زکام کا بار بار حملہ اس پر مستزاد تھا۔

۱۹۵۶ء میں جبکہ سگرٹ نوشی کی عادت انتہا کو پہنچ چکی تھی میں "سٹار بلیٹن" نامی اخبار میں کام کرنے کے لئے ہونولولو چلا آیا۔ جولائی ۱۹۶۵ء میں میرے معدہ میں تکلیف شروع ہوئی۔ میں رات کو ہر گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے بعد جاگ اٹھتا۔ تھوڑا سا دودھ پیتا اور سگرٹ پی کر پھر سو رہتا۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں انتہائی تکلیف دہ کھانسی نے مجھے آدبوچا، میری آواز بیٹھ گئی اور بائیں پھیپھڑے میں تکلیف محسوس ہونے لگی۔ میں ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اس نے ایکسرے کرانے کی ہدایت کی۔ ایکسرے دیکھ کر اس نے کہا تمہارے پھیپھڑے میں رسولی ہے۔ چار روز بعد سرجن نے بائیں پھیپھڑے کا اپریشن کر کے رسولی نکال دی۔ ایک ماہ بعد میں پھر کام پر حاضر ہو گیا۔ اپریشن سے ایک روز قبل سے میں نے کوئی سگرٹ نہ پیا تھا۔ اسے ترک کرنا مشکل نہ تھا صرف قوت ارادی کی ضرورت تھی۔ اس کا مجھ پر بہت اچھا اثر ہوا۔ دس پونڈ وزن بڑھ گیا۔ میں اپنے آپ کو بہت بہتر محسوس کرنے لگا۔ ۲۰ جنوری ۶۶ء کو مجھے زکام کی شکایت محسوس ہوئی میں سرجن کے پاس گیا۔ اس نے میرے سینے پر بائیں جانب اپریشن کے پرانے زخم کے نشان میں سے ایک چوتھائی گیلن کے قریب سیال مادہ نکالا۔ اس سلسلہ میں میں کئی مرتبہ سرجن کے پاس گیا۔ ایک دن اُس نے کہا" وقت قریب آ رہا ہے"۔ بعد میں میری بیوی نے مجھے بتایا کہ آپریشن کے بعد ہی سرجن نے اسے بتایا تھا کہ میرے ایک سال سے بھی کم زندہ رہنے کی توقع ہے۔ اُس وقت اسے اس پر یقین نہ آیا تاہم اس نے اس کا مجھ سے تذکرہ مناسب نہ سمجھا۔

میرے سرجن نے مجھے بتایا پھیپھڑے میں چار قسم کا کنسر ہوتا ہے ہر قسم کے کنسر کے بڑھنے کی رفتار مختلف ہوتی ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ بالعموم پھیپھڑے کے سرطان کے ہر بیس مریضوں میں سے صرف ایک مریض بچتا ہے اور باقی ۱۹ موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ ایک قسم ایسی بھی ہے جس میں پچاس فی صد تک بچنے کی امید ہوتی ہے۔ لیکن کنسر کی جس قسم میں میں مبتلا تھا اس میں پچاس فی صد کے بچنے کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔

میرے ڈاکٹر میں لوگوں کو سگرٹ نوشی سے منع کرنے کا جذبہ مشنری جذبہ و جوش کی حد تک پہنچا ہوا

ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سگرٹ نوشی اور پھیپھڑے کے سرطان میں جو باہمی تعلق ہے وہ کسی بھی اعتراض سے بالا ہے۔ ہر آن بڑھتے ہوئے اعداد و شمار اس پر گواہ ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہر آٹھ مردوں میں سے جو دو پیکٹ روزانہ کے حساب سے سگریٹ پیتے ہیں بیس سال بعد ایک ضرور کینسر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ سگرٹ نوشی کی مضرت پھیپھڑوں کے سرطان تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس کے نتیجہ میں دل کی شریانوں کی بیماری سے مرنے والوں کی تعداد دگنی ہو گئی ہے اور پھیپھڑوں میں ضرورت سے زیادہ ہوا بھرنے سے مرنے والوں کی تعداد میں نو بارہ گنا اضافہ کا امکان ہے پھر مونہہ، نرخرہ اور غذا کی نالی اور ایسے ہی دوسرے حصوں میں سرطان اسی سگرٹ نوشی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اکثر اوقات ڈاکٹر بالکل لاچار ہوتے ہیں۔ وہ مجھ جیسے لوگوں کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے ہیں لیکن ان کے انتباہ کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ سگرٹوں کی اشتہار بازی نے اور بھی غضب ڈھا رکھا ہے۔ میرے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ لوگوں پر یہ اثر ڈالنے کے لیے کہ سگرٹ نوشی انسان کی بہت سی خامیوں کو دور کر دیتی ہے لاکھوں لاکھ ڈالر طرح طرح کی اشتہار بازی پر خرچ کیے جاتے ہیں۔ اٹلی اور برطانیہ میں ٹیلیویژن پر سگرٹوں سے متعلق ہر قسم کے اشتہارات پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ بالکل درست اقدام ہے کیونکہ ڈاکٹر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ زیادہ کوشش اس بات کی کرنی چاہیئے کہ اگلی نسل کے بچوں کو سگرٹ نوشی سے روکا جائے۔

میں نہیں کہہ سکتا میری اس تحریر کو پڑھ کر کوئی شخص سگرٹ نوشی ترک کر دے گا مجھے اس پر شبہ ہے کہ ایسا ہو۔ کوئی ایک فرد بھی تو ایسا نہیں جس نے قبل ازیں میری نصیحت سے متاثر ہو کر سگرٹ نوشی ترک کی ہو۔ تم میں سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ ایسا جان لیوا مرض دوسرے ہی کو لاحق ہو گا میں اس سے محفوظ رہوں گا۔ لیکن جب تمہیں پھیپھڑے کا سرطان ہو گا تو تمہیں میری اس نصیحت کی قدر ہو گی۔ میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ خدا تمہارے حال پر رحم کرے۔ تم اپنے سینہ کے ایکسرے پر ایک سایہ دیکھو گے اس سایہ کا نظر آنا حقیقی صدمہ کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے بعد تم کچھ نہیں کر سکو گے۔

اس وقت بظاہر میری طبیعت نسبتاً ٹھیک ہے جب درد اٹھتا ہے تو نرسیں مجھے کچھ کھلا دیتی ہیں میرا سانس بہت پھولتا ہے۔ میں درمیان میں بیٹھے بغیر پانچ قدم بھی نہیں چل سکتا۔ سرطان میرے جگر تک پہنچ گیا ہے اور میں نہیں جانتا اور کہاں کہاں اس کے پاؤں جم چکے ہیں۔

میرے بچنے کی قطعاً کوئی امید نہیں۔ اب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ خدا کرے وقت تمہارے ہاتھ سے نہ نکلے اور تم اس عبرتناک انجام سے محفوظ رہو۔"

بچوں کا صفحہ

احمدی بچوں کے تین۳ بنیادی اوصاف

احمدی بچوں میں تین بنیادی اوصاف کا ہونا ضروری ہے۔ وہ تین اوصاف ہیں دیانت، محنت اور علم۔ ان تین خوبیوں کے بغیر وہ دین کے سچے خادم نہیں بن سکتے انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ بڑے ہو کر اسلام کی خدمت کریں۔ وہ خدمت یہ ہے کہ اسلام کو دنیا میں پھیلائیں۔ اسلام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم دیانت دار محنتی اور عالم باعمل ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان تینوں اوصاف کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے اور وہ صفتیں یہ ہیں —— دیانت، محنت، علم

جب تک یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے اس کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا تو وہ اپنے کام کو کس طرح پورا کر سکے گا اور اگر علم رکھتا ہے محنت بھی کرتا ہے لیکن دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں۔ اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانتدار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا۔ غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے"

(بدر ۵ ستمبر ۱۹۰۷ء)

اللہ تعالیٰ احمدی بچوں کو دیانت محنت اور علم کی اہمیت سمجھنے اور ان خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے وہ دیانتدار محنتی اور عالم باعمل ہوں تاکہ بڑے ہوکر اسلام کے سچے خدمت گذار ثابت ہو سکیں - آمین

☆

روحانی جنگ

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمدؐ پہ تبر
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُن کے وُہ وار

کونسی آنکھیں جو اس کو دیکھ کر روتی نہیں!
کونسے دل ہیں جو اِس غم سے نہیں ہیں بے قرار

کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

اے خدا شیطان پہ مجھ کو فتح دے رحمت کے ساتھ
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
میں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار

دِل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پناہ فوجِ ملائک کو اتار

بسترِ راحت کہاں اِن فکر کے ایام میں!
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار

لشکرِ شیطاں کے نرغے میں جہاں ہے گھر گیا
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میرے یار

نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بے کار ہے
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یا رب پکار

(درثمین)

☆

اہم مرکزی اعلانات :-

سالانہ اجتماع انصاراللہ مرکزیہ

اخویم مکرم زعیم اعلیٰ / زعیم صاحب مجلس انصاراللہ!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ امسال خالص دینی و تربیتی مرکزی اجتماع انصاراللہ کے انعقاد کے لئے ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۶۶ء (بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار) کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں۔ ان تاریخوں میں ہمارا یہ گیارھواں سالانہ اجتماع انشاء اللہ العزیز ذکر الٰہی اور انابت الی اللہ کی مخصوص روایات کے ساتھ ربوہ میں منعقد ہوگا۔ اس میں شامل ہونے والے دوستوں کے لئے محاسبۂ نفس اور اس کی افادیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انصاراللہ کے علاوہ دیگر احباب جماعت بھی اس میں نہایت ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہونے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انصاراللہ کا مدرجۂ اولیٰ یہ فرض ہے کہ وہ روحانی تربیت کے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور پہلے سے زیادہ تعداد میں اپنے اس مرکزی اجتماع میں شریک ہوں تاکہ گزشتہ سال اجتماع کے منعقد نہ ہونے کی وجہ سے ہم جو اس کی برکات سے محروم رہے ہیں اس کی بھی کچھ نہ کچھ تلافی ہو سکے۔ آپ سے گزارش ہے کہ :-

۱۔ مجلس شوریٰ انصاراللہ میں پیش کرنے کے لئے کوئی تجاویز اگر آپ اپنی مجلس کی طرف سے بھجوانا چاہیں تو مقامی مجلس عاملہ کی منظوری حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ ۲۵ ستمبر تک مطلع فرمائیں تاکہ مجلس عاملہ مرکزیہ ان پر غور کر سکے اور شوریٰ کے لئے ایجنڈا مرتب کر کے تمام مجالس کو غور کرنے کے لئے شوریٰ سے کافی عرصہ قبل بھجوایا جا سکے۔ ایسی تجاویز کے مرکز میں پہنچنے کی آخری تاریخ ۲۵ ستمبر مقرر کی گئی ہے۔

۲۔ آپ کی مجلس کی طرف سے مجلس شوریٰ انصاراللہ میں شرکت کے لئے نمائندگان کے اسماء گرامی کے متعلق مرکز میں اطلاع زیادہ سے زیادہ ۱۵ ر اکتوبر تک پہنچ جانی چاہیئے۔ بیس اراکین یا اس کی کسر پر ایک نمائندہ منتخب ہوگا اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام اور ناظم اعلیٰ / ناظم

زعیم اعلیٰ / زعیم بحیثیت عہدہ شوریٰ کے رکن ہوں گے۔

۳۔ سالانہ اجتماع کا چندہ از راہِ کرم جلد بھجوا دیا جائے تاکہ اجتماع کی تیاری میں روک پیدا نہ ہو۔ آپ کے تعاون کا شکریہ۔

والسّلام
خاکسار محبوب عالم خالد
قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ۔ ربوہ

نمائندگان شوریٰ انصاراللہ

شوریٰ انصاراللہ جو امسال انشاء اللہ العزیز ۲۸ - ۲۹ - ۳۰ اکتوبر کو ربوہ میں منعقد ہوگی، میں ہر مجلس کی نمائندگی ضروری ہوگی۔ ہر مجلس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اراکین کی مجموعی تعداد کے ہر بیس یا اس سے کم افراد پر ایک نمائندہ منتخب کرے۔ ناظم اعلیٰ / ناظم ضلع۔ زعیم اعلیٰ اور زعیم اپنے عہدہ کے لحاظ سے مجلس شوریٰ انصاراللہ کے رکن ہوں گے وہ مجلس متعلقہ کے لئے مقرر کردہ تعداد میں شامل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام بھی شوریٰ انصاراللہ کے رکن ہوں گے۔ مجالس کو چاہیئے کہ وہ حسب قواعد نمائندگان کا انتخاب کرکے اس کی رپورٹ مرکز میں بھجوا دیں۔ نیز ایسے صحابہ کرام کے اسماء گرامی بھی مرکز میں بھجوائیں جو اجتماع میں شمولیت کا ارادہ رکھتے ہوں۔

سالانہ اجتماع انصاراللہ کے موقع پر منعقد ہونے والے انعامی تقریری مقابلہ کے عنوانات

انصاراللہ میں تقریر کا ملکہ پیدا کرنے کی غرض سے سالانہ اجتماع انصاراللہ مرکزیہ کے موقع پر تقریری مقابلہ کروایا جاتا ہے جس میں اوّل اور دوم آنے والے احباب کو انعام دیا جاتا ہے امسال بھی ۲۸ - ۲۹ - اور ۳۰ اکتوبر کو منعقد ہونے والے اجتماع کے پروگرام میں تقریری مقابلہ کے لئے وقت رکھا گیا ہے انصاراللہ کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس مقابلہ میں شریک ہوں ہر مقرر مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک عنوان پر تقریر کرسکے گا وقت مقررین کی تعداد کے مطابق دیا جائے گا۔

۱۔ آنحضرت ﷺ نے دنیا میں کیا انقلاب برپا کیا
۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے دنیا کیسے متاثر ہوئی
۳۔ اسلام ہی میں دنیا کی نجات ہے
۴۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۵۔ تربیت اولاد کے لئے نیک نمونہ کی ضرورت
۶۔ باہمی محبت و اخوت کی تلقین
۷۔ ذکر الٰہی۔

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ۔)

اسلام کے معنی ھیں خدا کے آگے گردن رکھ دینا

خدا کے احکام کی بجا آوری میں بے چون و چرا گردن رکھ دو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ھیں :-

''تمہارا دین اسلام ھے - اسلام کے معنے ھیں خدا کے آگے گردن رکھ دینا - جس طرح ایک بکرا ذبح کرنے کی خاطر منہ کے بل لٹایا جاتا ھے اسی طرح تم بھی خدا کے احکام کی بجا آوری میں بے چون و چرا گردن رکھ دو - جب تک کامل طور سے تم اپنے ارادوں سے خالی اور نفسانی ھواوھوس سے پاک نہ ھو جاؤ گے تب تک تمہارا اسلام ، اسلام نہیں ھے -....

تم لوگوں نے میرے ھاتھ پر بیعت کی ھے - اسی پر بھروسہ نہ کر لینا - صرف اتنی ھی بات کافی نہیں - زبانی اقرار سے کچھ نہیں بنتا جب تک عملی طور سے اس اقرار کی تصدیق نہ کر کے دکھلائی جاوے - یوں زبانی تو بہت سے خوشامدی لوگ بھی اقرار کر لیا کرتے ھیں - مگر صادق وھی ھے جو عملی رنگ سے اس اقرار کا ثبوت دیتا ھے - خدا تعالی کی نظر انسان کے دل پر پڑتی ھے - پس اب سے اقرار سچا کر لو اور دل کو اس اقرار میں زبان کے ساتھ شریک کر لو کہ جب تک قبر میں جاویں ھر قسم کے گناہ سے شرک وغیرہ سے بچیں گے - غرض حق‌اللہ اور حق‌العباد میں کوئی کمی یا سستی نہیں کریں گے - اس طرح سے خدا تعالی تم کو ھر طرح کے عذابوں سے بچاوے گا اور تمہاری نصرت ھر میدان میں کرے گا - ظلم کو ترک کرو - خیانت حق تلفی اپنا شیوہ نہ بناؤ - اور سب سے بڑا گناہ جو غفلت ھے اس سے اپنے آپ کو بچاؤ - ،،

(الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا